# سورۃ الفجر اصلاح وتبدیلی کے عملی طریقے

ڈاکٹر صلاح سلطان

مستشار شرعی: مجلس اعلیٰ برائے اسلامی امور     مملکت بحرین

پروفیسر شریعت اسلامیۃ  کلیۃ دار العلوم     قاہرہ

سابق صدر جامعہ اسلامیہ امریکہ     ڈیٹرائیٹ     مشی گن

ترجمہ: اشتیاق عالم فلاحی، ایم اے (مطالعاتِ ترجمہ)

# مقدّمہ

**الحمد للّٰہ بنعمتہ تتمّ الصالحات ، والصلاۃ والسلام علیٰ خیر من أکرمہ اللّٰہ بالآیات المعجزات ، وعلیٰ آلہ و اصحابہ الذین جمعوا القرآن فی صدورھم و فھموہ فی عقولھم و حوّلوہ الیٰ واقع حیّ فی واقعھم فترکوا لنا مثالا ربانیا یقتدیٰ بہ وبعد۔۔**

میں ،مملکت بحرین کی ایک مسجد میں ،ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی کسی تاریخ میں ،نماز فجر کی امامت کر رہا تھا۔ میں نے سورہ ءفجر کی تلاوت کی ۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرے دل پر،اور میری عقل ووجدان پران آیات سے پیدا ہونے والی کیفیات ان اثرات سے بالکل مختلف ہے جو اس سے پہلے سورہ ءفجر کی سینکڑوں بار تلاوت سے پیدا ہوئے تھے ،میرے ذہن میں یہ بات کوندی کہ سورہ کے پہلے لفظ ''**والفجر**'' اور اس کے آخری لفظ ''**جنتی**'' میں خاص تعلق ہے۔ہاں جماعت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کی جائے تو نماز فجر ہی تو ہمارے لئے جنّت کا راستہ ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ''**وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ**'' 〈**الفجر :۳۰**〉 سے پہلے ''**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِی**'' 〈**الفجر: 29**〉 فرمایا ہے۔ اور ایک دوسری شرط بھی ہے وہ یہ کہ نمازی کا دل اللہ کی رضا سے معمور ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً**'' 〈**الفجر:28**〉 یہ اور اس کے تمام ہی معانی ___ بفضل اللہ___ اس طرح ابل پڑے گویا وہ بے آب وگیاہ صحرا میں پانی کے ایسے چشمے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ پھل، پھول اور پودوں کو زندگی عطا کردے۔ یہ معانی ، میرے قلب ،اور میری عقل و وجدان پر ٹھنڈک اور سلامتی بن گئے۔ میں نے کہا شاید یہ فیضان ذی الحجہ کی ابتدائی دس پاکیزہ راتوں کا فیضان ہو۔ میں نے نماز کے بعد مصلیوں کے سانے اپنے قلبی تاثر کو بیان کیا تو میرے سامنے معانی کے ایسے ایسے نئے دروازے کھلے جن سے میرے انشراح قلب میں اوراضافہ ہوا،اس کے بعد میں اس سورہ پر عقل سے غور کرتا رہا، دل سے اس کی کیفیات کو محسوس کرتا رہا اور میرے نفس میں انقلاب برپا ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے لئے خیر کے مزید دروا ے واکئے اور میری یہ آرزو ہوئی کہ میں ان افکار و معانی کو قلمبند کرلوں ،اور انہیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کی نذر کروں تاکہ ان کی بدولت ہمیں وہ اجر ملے جس سے اللہ ہمیں دنیا وآخرت دونوں ہی میں فائدہ پہونچائے۔

میں نے اپنی کتاب ''**سورۃ الکھف ... منھجیّات فی الاصلاح و التغییر**'' میں بیان کیا تھا کہ میں آیات کا مفسر نہیں ہوں اور نہ ہی تفصیلی نکات کا محقّق ہوں ،لیکن میں ایسے طریقوں میں ضرور مصروف رہتا ہوں جو تربیتی نقطہ ءنظر سے اصلاح نفس کے لئے معاون ہوں ،اور دعوتی پہلو سے معاشرہ کے اندر تبدیلی برپا کرسکیں تاکہ رحمت خداوندی ہمیں اپنے دامن میں لے لے اور دنیا وآخرت دوں کی سرخروئی ہمیں نصیب ہو۔

## ہمارے نزدیک منہج کیا ہے؟

میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں ''**منھجیّۃ**'' (نشانات راہ) کے معنیٰ پردرج ذیل نکات کی وضاحت کروں:

1۔اسلامی مملکت کے منہج میں قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی صورت میں موجود وحی ربانی کو انتہائی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔رہے غیر

اسلامی ممالک تو ان کے نزدیک دستور اور قانون میں اصل ترجیحی حیثیت انسانی اجتہاد کو حاصل ہوتی ہے۔

2۔ مسلم ربانی قائد کا منہج یہ ہوتا ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے میں رب ارض وسماء سے استخارہ پھر تجربہ کاروں اور اہل حکمت سے مشورہ پر انحصار کرتا ہے۔ البتہ ڈکٹیٹر ذمہ دار یا قائد کا منہج فرعونی منطق ہوتا ہے: **مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿غافر: 29﴾** ''میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے۔ اور میں اُسی راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے''۔

3۔ مسلک ظاہری کا منہج قیاس اور تعلیل کا انکار ہوتا ہے جبکہ اکثر مسالک کا منہج قیاس سے مدد لینا ہے۔

4۔ ربّ کے راستے پر چلنے والوں کا منہج آخرت کے گھر کو آباد کرنا ہوتا ہے خواہ اس کی وجہ سے ان کو کوئی بھی دنیوی نقصان ہو جبکہ مادہ پرستوں کا منہج دنیا کے ٹکڑوں پر مرنا ہے خواہ اس سے ان کی آخرت تباہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

5۔ مربی باپ کا منہج یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے کافی وقت فارغ کرتا ہے تاکہ وہ ان کے ساتھ رہے، وہ اس کی محبت کو محسوس کر سکیں اور اس سے سیکھ سکیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ زیادہ تعیّشات کے حصول کے لئے کئے جانے والے اضافی کاموں سے انکار بھی کر دیتا ہے، اس لئے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے ایک مربّی کی حیثیت سے اپنی اولاد کے ساتھ رہنا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ رہا دولت میں مگن رہنے والا باپ تو وہ اپنے اصلی کام کو چھوڑ کر سامانِ عیش کی فراوانی کے لئے فروعی کاموں کی طرف مائل رہتا ہے، خواہ دین حنیف اور فضائل اخلاق کی بنیاد پر اولاد کی تربیت جیسی بنیادی ضرورت نظر انداز ہی کیوں نہ ہو جائے۔

یہ لامحدود مثالوں میں سے صرف چند مثالیں ہیں جو قرآن کریم سے منہج کے استنباط کے سلسلہ میں میرے مطلوبہ طریقہ کو سمجھنے میں معاون ہوں گی۔ اس میں احکام اور ان کی تفاصیل کی طرف توجہ نہیں دی گئی ہے تاکہ ہم قرآن کریم کو اسی طرح اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں جس طرح نبی کریم ﷺ کے اصحاب **رضوان اللہ علیهم اجمعین** نے کیا تھا۔ اس جذبہ سے میں نے سورہ فجر پر تدبر کرتے ہوئے اپنے اوقات گزارے۔ میرے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیضان رہا اور ذیل کے مناہج میرے سامنے واضح ہوئے۔

## سورہ فجر اور اصلاح وتبدیلی کا منہج:

1۔ پہلا منہج: جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کرنا ہمارے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ ہے: **﴿وَالْفَجْرِ --- وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾**

2۔ دوسرا منہج: ربانی انعامات سے استفادہ۔ **﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾**

3۔ تیسرا منہج: خالق کی وحدانیت اور مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا۔ **﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾**

4۔ چوتھا منہج: عبادت گزاروں کی رات نہ کہ غافلوں کی۔ **﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ﴾**

5۔ پانچواں منہج: جذبات کی یلغار کو عقل کی نگاہوں سے لگام دو۔ **﴿لِّذِي حِجْرٍ﴾**

6۔ چھٹا منہج: دنیا وآخرت میں تباہی کے دو اسباب طغیان اور فساد ہیں۔

7۔ساتواں منہج: نماز فجر نصرت خداوندی کے اسباب میں سے ہے۔

8۔آٹھواں منہج: رضا باللہ اور رضا عن اللہ۔

9۔نواں منہج: یتیموں کی کفالت اور مال حرام سے اجتناب۔

10۔دسواں منہج: وعدہ کے دن سے پہلے اس کے لیے تیاری: ﴿يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾

11۔گیارہواں منہج: احکامِ تجوید الفاظ کو معانی سے مالا مال کرتے ہیں۔

12۔بارہواں منہج: عنایتِ ربّانی۔

13۔تیرہواں منہج: (وَكُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً)۔

## اصلاحی ذمہ داریاں:

میرے رب کی توفیق سے میرے سامنے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ یہ چھوٹی سورہ ہر مسلم مرد اور مسلم عورت سے دو طرح کی ذمہ داریوں کا مطالبہ کرتی ہے: اصلاح نفس کے لئے تربیتی ذمہ داریاں اور اصلاح معاشرہ کے لئے دعوتی ذمہ داریاں۔ میں نے انہیں پانچ باہم مربوط ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ **وہ تربیتی ذمہ داریاں جو عبادات سے متعلق ہیں۔** یہ ذمہ داریاں ہیں صلوٰۃ الفجر، قیام لیل، دعاء، اللہ کا ہو کر رہنا، اور وحی ربّانی کے نور سے معمور عقل کی مدد سے خواہشات نفس کی لگام پر قابو رکھنا۔

2۔ **اجتماعی وسیاسی فساد اور طغیان کی اصلاح سے متعلق ذمہ داریاں** جیسا کہ عاد وثمود اور فرعون سے متعلق ٹکڑوں میں وارد ہوا ہے۔

3۔ **اللہ سے راضی ہو کر اور اسی سے لو لگا کر تربیتی پہلو کی طرف واپسی اور قضاء وقدر (خواہ وہ خیر ہو یا شر) سے متعلق حقائق ایمان کی جڑوں کو مضبوط کرنا۔** بندہ قلّت رزق کو اہانت نہ سمجھے بلکہ وہ ایسے نفس کے ساتھ زندگی گزارے جس میں رضا باللہ اور رضا عن اللہ کا وصف ہو۔

4۔ **انفرادی، اجتماعی اور ادارہ جاتی سطح سے خدمت خلق کے اجتماعی کام کو لے کر اٹھا جائے،** فقیروں، یتیموں، مسکینوں کی نگہداشت میں سرگرمی دکھائی جائے، اس کفالت میں پختگی اور تسلسل پیدا کرنے کے لئے منظّم طور پر ان کی دیکھ بھال کے لئے ترغیب وتحریک پیدا کی جائے تاکہ کسی محسن کی موت سے کوئی فقیر گھٹ گھٹ کو نہ مر جائے۔

5۔ **روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے سب فنا ہو جائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہوگا،** جہنم کا سامنا کرنا ہوگا، اس حقیقت کے استحضار کے ساتھ ہر آن یوم آخرت کے لئے تیاری، پھر اس خوب صورت تصویر کا استحضار کہ نعمتوں بھری جنت ہے، اس میں صرف وہی مطمئن نفوس داخل ہو سکیں گے جنہوں نے نماز فجر کا اہتمام کیا ہوگا، فساد کا مقابلہ کیا ہوگا، اللہ کے ہو کر رہے ہوں گے، جنہوں نے یتیموں کی خبر گیری کی ہوگی، کھانا کھلانے کے لئے دوسروں کو ابھارا ہوگا اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کی ہوگی۔

تعبّدی شعائر اور سیاسی، ایمانی اور اجتماعی اعمال کے درمیان یہ وہ دعوتی اور تربیتی ذمہ داریاں ہیں جن کو اٹھانا ہمارے لئے ضروری ہے اور یہ بھی لازمی ہے کہ ہم اپنی سمجھ، اپنے رویہ اور اپنی دعوتی جدوجہد میں اس ٹھوس قرآنی منہج کے مطابق تبدیلی لائیں۔ اس لئے کہ یہ وہ

کلام ہے جس کے آگے پیچھے کہیں سے بھی باطل اس میں راہ نہیں پا سکتا۔ اور یہ وہ چیلنج ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے پورا کرنا ہمارے اوپر ضروری ہے تاکہ ہم سورہء فجر کی مدد سے ، پروردگار کے سامنے قیام سے نفس کی بے رغبتی ، یادِالٰہی میں گریہ وزاری سے آنکھوں کی محرومی، خوف وامید کی کمی کی وجہ سے قلب کی سختی، دشمنوں کی سرکشی سے شدتِ خوف، اور مال کی بے پناہ طلب سے نجات پائیں۔ دلوں میں قیامِ لیل سے رقت پیدا ہو، دن کی جدوجہد میں اضافہ ہو اور ہم سیاسی اور اجتماعی اصلاح کی طرف پیش قدمی کریں۔ اور انسان جب آرام کے لئے اپنے بستر میں جائے تو اس حال میں کہ کارِخیر اور دوسروں کو منفعت پہونچانے والی ان سرگرمیوں سے تھک کر چور ہو پھر جب وہ اپنی عقل ووجدان اور اپنے قلب کی گہرائیوں سے اس پکار کو یاد کرے **"يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ، ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي، وَادْخُلِي جَنَّتِي" ﴿الفجر 27تا30﴾** "اے نفسِ مطمئن تو چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش اور (اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں" ۔ تو یہ ربّانی پکار اس کی ساری تھکن دور کردے۔

میں نے عمومی طور پر تمام ہی منہج کے سلسلہ میں سرکردہ داعیوں اور علماء سے مشورے کئے، ان سے توثیق کرائی اور خاص طور پر گیارہواں منہج :احکامِ تجوید، کلمات کو معانی سے مالا مال کرتے ہیں" کے سلسلہ میں، میں نے علمائے قرائت سے رجوع کیا، ان میں علامہ شیخ ڈاکٹر محمد مامون کاتبی (مشیر امور قرآن کریم، وزارت عدل اور اسلامی امور مملکت بحرین) اور شام کے شیخ القراء محمد کریم راجح شامل ہیں۔ ان تمام نے ہی میرے اوپر ہونے والی ان ربّانی نوازشوں پر مجھے بھرپور دعاوں سے نوازا۔ اس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ فضل و کرم کا مالک صرف اور صرف وہی تو ہے۔

## میری امید وآرزو

میری یہ بڑی تمنّا ہے کہ ان مناہج کو از سرِنو غور وفکر کا موضوع بنایا جائے، اس سے رب کے ایسے شیدائیوں کے ذہن کی تعمیر ہو جو انہیں صرف برکت بنا کر نہ رکھ دیں بلکہ یہ نفس، معاشرہ، وطن، امت اور پوری دنیا کے لئے اصلاح اور تبدیلی کے مناہج بن جائیں۔

میری یہ بھی آرزو ہے ۔۔۔ جیسی کہ اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور مومنین سے محبت رکھنے والے ہر فرد کی ہوتی ہے ۔۔۔ کہ ہم ان نئے مناہج کے ساتھ سورہء فجر کا پھر سے مطالعہ کریں اور اس کے تربیتی ودعوتی مقاصد کو لے کر کھڑے ہوں، اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ہمیں اللہ کے رنگ میں رنگ دے گی اور دنیا وآخرت دونوں ہی جگہ اس کے ذخیرہ سے ہم فائدہ اٹھا سکیں گے اور اللہ کی وہ عنایت ہمیں نصیب ہوگی کہ وہ ہم سے خوش ہوگا اور جنت سے سرفراز فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اہلِ تدبر کا ثواب، مخلصین کی نعمت، با عمل لوگوں کا رنگ، مصلحین کے مکارم، اور ربّانیوں کا مقام عطا فرمائے، ان مناہج سے کافروں کی ہدایت کا راستہ کھول دے اور مومنوں کے دلوں کو شفاء سے نوازے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان، رمضان ۱۴۳۰ھ

مکہ مکرّمہ

## پہلا منہج: جماعت کے ساتھ نمازِ فجر ادا کرنا ہمارے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ ہے: ﴿وَالفَجرِ ... وَادخُلِی جَنَّتِی﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ کا نام ''فجر'' رکھا۔اور دوسری بہت سی سورتوں کے برعکس اس کا پہلا کلمہ ''فجر'' سے شروع ہوتا ہے اور اس سورہ کی آخری آیت ہے ''وَادخُلِی جَنَّتِی'' (اور داخل ہو جا میری جنت میں)۔اس سے بدیہی طور پر جو بات نکلتی ہے وہ یہ کہ نمازِ فجر جنت میں داخلہ کا ایک عظیم ترین دروازہ ہے۔ اور۔۔۔العیاذ باللہ۔۔۔نمازِ فجر سے غفلت جنت کے دروازوں سے محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔لیکن اس ربانی پیغام اور ایمانی شعار کے تناظر میں اس صریح حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ نمازِ فجر کے دروازہ سے جنت میں داخلہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول: **فَادخُلِی فِی عِبَادِی﴿الفجر: 29﴾** ''تم شامل ہو جاو میرے بندوں میں'' سے مشروط ہے۔اس عظیم الشان سورہ اور ربانی قانون کی پوری معنویت اس اصل پر مبنی ہے کہ جنت کی طرف لے جانے والی نمازِ فجر وہی ہو سکتی ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

باجماعت نمازِ فجر سے حاصل ہونے والی رحمتیں اور عنایات صرف اتنی ہی نہیں ہیں بلکہ ان دونوں آیات سے پہلے کی دو آیتیں یہ بتاتی ہیں کہ باجماعت نمازِ فجر کا اہتمام دنیا میں نفسِ انسانی کے لئے انتہائی امن، اطمئنان اور سعادت کا موجب بھی بنتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں ہی جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **''یَا أَیَّتُهَا النَّفسُ المُطمَئِنَّةُ ،ارجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرضِیَّة،﴿الفجر :27,28﴾** ''اے نفسِ مطمئن تو چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش اور (اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے''۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی ان آیات اور نصوص کا صحیح حق ادا کریں، جن کی محض تبرّک کے طور پر تلاوت کی جاتی ہے، اور ہر حرف کے عوض بڑھا بڑھا کر دی جانے والی دس گنا سے بھی زائد نیکیوں کے مستحق قرار پائیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر بندہء مومن باجماعت نمازِ فجر کے اہتمام کو اپنے لئے لازم اور اپنے ایمان کا ناگزیر حصہ بنا لے تاکہ وہ نفسِ امارہ سے نجات پا کر بتدریج نفسِ لوامہ کی طرف بڑھے اور دھیرے دھیرے اس نفسِ مطمئنہ تک پہونچ جائے جو پروردگار کی بلند، پاکیزہ اور پربہار پکار کی مستحق قرار پاتی ہے

**یَا أَیَّتُهَا النَّفسُ المُطمَئِنَّةُ ،ارجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرضِیَّة، فَادخُلِی فِی عِبَادِی، وَادخُلِی جَنَّتِی'' ﴿الفجر 27تا30﴾** ''اے نفسِ مطمئن تو چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش اور (اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں'' اور یہ وہ مقامِ بلند ہے جو نبیوں ،صدیقوں، شہداء اور صالحین کو حاصل ہوتا ہے۔ذیل کے جدول سے اس معنی کی وضاحت ہوتی ہے:

| | | |
|---|---|---|
| مقرّبین | نفسِ مطمئنہ | حضورِ قلب |
| اصحابِ یمین | نفسِ لوامہ | استحضارِ قلب |
| اصحابِ شمال | برائی کی راہ دکھانے والا نفسِ امّارہ | قلب کی غفلت اور سختی |

یہاں جس منہج کو میں شدت کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے، اس کو آیات، موضوعات، سورتوں

کی ابتداء اور انتہاء میں بانٹنے کے بجائے ہمارے پاس یقین واثق ہو، اور ہمارے یقین میں کوئی معمولی تردد بھی باقی نہ رہے کہ نماز فجر وہ افضل ترین علاج ہے جو انسان کو نفسِ امارہ کے فریب سے نکال کر اسے اصحابِ یمین کے زمرہ میں لا کھڑا کرتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بخاری کی روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اگر سو جائے تو شیطان اس کے سر کے پچھلے حصہ میں تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ کے ساتھ وہ کہتا جاتا ہے کہ رات ابھی لمبی ہے سوتا رہ پھر اگر وہ جاگ جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو اس سے ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو ایک اور گرہ کھلتی ہے اور اگر نماز ادا کرے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے۔ اور وہ چاق و چوبند ہو جاتا ہے، اپنے مزاج میں خوش گواری محسوس کرتا ہے ورنہ اس کی صبح بوجھل من کے ساتھ ہوتی ہے، اور وہ کاہلی محسوس کرتا رہتا ہے۔ (صحیح بخاری، **کتاب التہجّد باب عقد الشیطان علیٰ قافیة الرأس اذا لم تصلّ الحدیث 2411۔ طرفہ فی 9623، 98/4)**

اگر انسان نماز ادا نہ کرے تو وہ اندرونی طور پر خوش گواری نہیں محسوس کرتا اور باہر سے بھی وہ کاہل ہو جاتا ہے۔ اور اگر نماز فجر ادا کرے تو اس کا مزاج خوش گوار اور ترہ تازہ ہوتا ہے اور عادۃً ایسا ہوتا ہے کہ نمازِ فجر ترک کرنے والا انسان جب نماز با جماعت کی طرف مائل ہوتا ہے تو ہر شب نفس کے اس تردد سے اسے لڑنا ہوتا ہے کہ آیا وہ مسجد جائے یا نہ جائے؟ لیکن اندر کی ملامت اسے مسجد تک لے جاتی ہے اور کچھ عرصہ اس پر عمل کرنے کے بعد مسجد میں نمازِ فجر ادا کرنا اور بغیر کسی دباو کے نماز کے لئے اٹھنا اس کا محبوب عمل بن جاتا ہے اور نمازِ فجر کا اہتمام اس کی زندگی کا ایک اہم اور لازمی عنصر بن جاتا ہے اور پھر وہ امن، امان، اور اطمئنان کی نعمتوں سے ہمکنار رہتا ہے۔ یہ رحمان کی رضا کے حصول کا قریب ترین راستہ ہے۔ یہ اسے جنت کے دروازوں پہ لا کھڑا کرتی ہے اور ہمیشگی کی جنت میں اسے رحمتِ خداوندی اور اس کی نعمتوں کا سزاوار قرار دیتی ہے۔ اس حقیقت کی نشان دہی آیات و احادیث پوری وضاحت اور شدت کے ساتھ کرتی ہیں، کیونکہ اللہ عز وجل کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں ایسے نصوص موجود ہیں جو اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ نماز فجر اور وقتِ فجر کی جو خصوصیات ہیں وہ منفرد ہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

**پہلی: قرآن فجر میں ملائکہ کی حاضری:** اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: **أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (الاسراء 78)** ''نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک، اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو، کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے''۔ اس قرآنی نص کی تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: جماعت کے ساتھ تمہاری نماز انفرادی نماز سے پچیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے سب ہی جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ پڑھو: **إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا الاسراء 78)** ''کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے''۔ (**صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الفجر فی الجماعة 353/2**)۔

**دوسری: روزہ کی ابتداء فجر سے ہوتی ہے:** روزہ وہ عبادت ہے جو ہمارے رب سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عبادات میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے رب سے نقل کرتے

ہوئے فرمایا کہ اس کا فرمان ہے: ''روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں دوں گا، وہ صرف میری رضا کے لئے اپنی خواہش، اور کھنا پینا ترک کرتا ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی سے وہ اس وقت ہمکنار ہوگا جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے'' **〈صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ یریدون أن 432/15〉**

اذانِ فجر اس بات کا اعلان ہے کہ بندہ اب اپنے رب کی طرف لپکنے کے لئے سالکوں کے راستہ، متقیوں کے زینہ اور عارفین کے نقشِ قدم پر نکل پڑے۔

**تیسری: نمازِ فجر، قوت، زندگی اور شادمانی کا سرچشمہ ہے:** چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ''اگر تم میں سے کوئی شخص سو جائے تو شیطان اس کے سر کے پچھلے حصہ میں تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ پر وہ کہتا جاتا ہے کہ رات ابھی طویل ہے، پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز ادا کرتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ چاق وچوبند اور تروتازہ ہو جاتا ہے ورنہ وہ بوجھل طبعیت اور کاہلی کے ساتھ رہتا ہے۔ (صحیح مسلم، **کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب حث علیٰ صلاۃ الوقت وان قلّت 54/6**)۔ یہ حدیث اس حقیقت پر صاف دلالت کرتی ہے کہ جو بندہ نمازِ فجر ادا نہیں کرتا وہ نشاط، حرکت اور چستی سے محروم رہتا ہے۔ اور اندرونی بے چینی اور ظاہری سستی نمازِ فجر ترک کرنے والوں کا حصہ ہوتی ہے۔

**چوتھی: ایمان کی صداقت یا قلب مسلم میں نفاق کے سلسلہ میں نماز فجر ہر دن کا ایک پیمانہ ہے:** بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: منافقوں کے لئے فجر اور عشاء سے زیادہ گراں کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اگر وہ ان نمازوں میں پنہاں خیر کے بارے میں جانتے تو گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی کو اذان اور اقامت کا حکم دوں، پھر کسی کو لوگوں کی امامت کا حکم دوں پھر میں آگ لے کر جاوں اور ان تمام لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز کے لئے نہیں نکلتے'' (**صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء علیٰ الجماعۃ، 358/2**) اس حدیث میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ نماز فجر اور عشاء کی جماعت میں فرد کا غیر حاضر رہنا اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ اس کے دل میں نفاق گھس آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اپنے اس فرمان میں واضح فرمایا ہے: **اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى 〈النساء 142〉** ''یہ منافقین اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور جب یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں''۔ رہی بات اہل ایمان کی تو وہ نماز فجر میں مسجد کی صفوں میں ہی نظر آتے ہیں الاّ یہ کہ ان کے ساتھ مرض، سفر یا مساجد سے دوری جیسا کوئی شرعی عذر ہو۔ بعض مغربی ممالک میں مساجد بہت دور دور پائی جاتی ہیں، مساجد سے دوری کا انطباق ہمارے اسلامی ممالک پر نہیں ہوتا۔ اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر بندۂ مومن کے لئے مسجد میں نماز ادا کرنا ناممکن ہو جائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ زیادہ بہتر

تو یہ ہے کہ وہ اپنے قریبی مسلم بھائیوں کے ساتھ ملے اور سب ایک ساتھ کسی ایک کے یہاں نماز ادا کریں یا باری باری سب کے یہاں جماعت قائم کریں تا کہ وہ نمازِ فجر سے حاصل ہونے والے مراتب کو پا سکیں، اپنے ایمان کی صداقت کا اعلان کریں اور اپنے آپ کو اس کاہلی سے محفوظ رکھ سکیں جو قلب کے نفاق کی علامت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے اِس شدید غضب سے بچ سکیں کہ آپ ﷺ ۔۔۔ جو کہ سراپا رحمت تھے۔۔ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ہر اس گھر کو آگ لگا دیں جہاں کے لوگ نماز فجر مسجد میں ادا نہیں کرتے۔

کیا ہی زبردست بات ہے جو ہمارے محترم شیخ ڈاکٹر عبدالکافی نے اپنے ٹی وی پروگرام **''فی ریاض الجنّہ''** میں بیان کی ہے:

☆ نماز فجر دن بھر کے لئے میزان ہے۔

☆ نماز جمعہ ہفتہ کے لئے میزان ہے۔

☆ رمضان کے روزے پورے سال کے لئے میزان ہیں۔

☆ حج کا اہتمام عمر بھر کے لئے میزان ہے۔

**پانچویں: نمازِ فجر رویتِ رحمان سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اذن ہے:** وہ حدیث جس کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے جریر بن عبداللہ سے کی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ آپ ﷺ نے رات کے چاند۔۔یعنی چودھویں کے چاند۔۔ کی طرف دیکھا اور فرمایا تم لوگ اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کو تم لوگ پوری طرح دیکھو گے پس اگر تم غروبِ شمس اور طلوعِ شمس سے پہلے کی نمازوں کے سلسلہ میں غفلت سے بچ سکو تو بچتے رہو پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **''وسبّح بحمد ربّک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب‹ق :39›** (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو، طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے)( **صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر 220/2**)

یہ واضح نص اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر دونوں رحمان کی مجلس میں داخلہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کے لئے اذن اور پروانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جنت میں حاصل ہونے والی یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ اہلِ جنت کے لئے اس جیسی کوئی نعمت اور اس جیسی کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ۔۔۔ تجسید اور تجسیم کے بغیر۔۔ اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دے اور اس کے وہ بندے اس کا دیدار کریں جن کے اندر ہمیشہ اس کا شوق، اور برابر اس کی چاہت ہوتی ہے، جو رات کے پہروں میں اور سحر کے سجدوں میں عاجزی کے ساتھ یہ فریاد کرتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے دیدار سے محروم نہ رکھے۔

**چھٹی: فجر ہر انسان کے لئے امید کا پیامبر ہوتی ہے:** جب تاریکی شدید ہو جائے، مصائب سخت ہو جائیں اور ہر طرف سے آزمائشیں گھیر لیں، ایسے وقت میں امید کو تحریک دینے کے لئے فجر سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہوتا۔ یہ جملہ مصیبت زدہ دلوں، مظلوموں اور

ستم زدوں کے لئے راحت جاں ہوتا ہے: ''رات کتنی ہی طویل ہو فجر طلوع ہو کر رہے گی''۔ رات و دن کی باری باری آمد، فجر کا طلوع ہونا اور سورج کا چمکنا غم کے بادل کے چھٹنے، تاریکی کے ختم ہونے اور روشنی کے پھیلنے کی علامت ہیں۔

**ساتویں: نمازِ فجر جہنم سے بچانے والا سب سے بڑا ہتھیار ہے:** مسلمؒ نے اپنی سند سے عمارہ بن رویبہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ''وہ شخص جہنم میں ہرگز داخل نہ ہوگا جس نے سورج کے طلوع اور اس کے غروب سے پہلے کی نمازیں ادا کی یعنی فجر اور عصر کی نمازیں (**صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، 110/5**)

کون ہے ہم میں جو اس الٰہی ضمانت اور ربانی تیقّن کے لئے لپکے کہ اللہ تعالیٰ نمازِ فجر کے طفیل اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ روزِ قیامت کی ہولناکی، جہنم کا عذاب، اس کے طوق وسلاسل، وہاں ملنے والا زقّوم اور غسلین، وہاں کی تنگی، وہاں کی کپکپی اور وہاں کا تعفّن، ان سب کے تصور سے دلوں میں لرزہ طاری ہوتا ہے اور ان کا خوف صاحبِ ایمان کو بیدار رکھتا ہے اور اسے نماز فجر کے لئے کمر کس لینے پر آمادہ کرتا ہے مبادا اس کا رب اسے جہنم کی آگ کا ایندھن نہ بنا دے۔

**آٹھویں: نماز فجر جنت میں داخلہ کے لئے سب سے بڑی ربانی ضمانت ہے:** بخاری اور مسلم نے اپنی سندوں سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے ٹھنڈک کے دونوں اوقات کی نماز ادا کی وہ جنت میں داخل ہوگا'' (**صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، 246/2**)

ہم میں سے کون ہے جو جنت، اس کی نہروں، اس کے درختوں، اس کے پھول اور پھل، اس کے چشموں اور اس کے سلسبیل، اس کے کھانوں اور مشروبات، اس کے فرشتوں، اس کی حوروں، اس میں رہنے والے بچوں، اس کی وسعت، اور اس کے سایہ جیسی نعمتوں کے بارے میں جانتے ہوئے بھی اس تک پہونچانے والے وسائل اور اس کا اہل بننے کے لئے اللہ کی رحمت کے حصول کے طریقوں سے غافل رہے گا۔ جنت تو اللہ کی قیمتی دولت ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رات کی نیند قربان کی جائے اور فجر وعصر کی نمازیں مسجد میں ادا کی جائیں تاکہ رسول حبیب محمد ﷺ کی زبان سے جو ربانی وعدہ کیا گیا ہے ہم اسے پاسکیں۔ ابن قیّم رحمۃ اللہ علیہ نے جنت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حصول اجر کی طلب میں نماز فجر کے اہتمام کے لئے دل کے لئے بہترین ترغیب بن سکتا ہے اور اس کو سامنے رکھ کر ہم اس جنت کے اہل قرار پاسکتے ہیں جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے جو افضال واکرام تیار کر رکھا ہے، ان کے لئے اس نے جو فضل وانعام کا ذخیرہ کیا ہے اور ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان کیا ہے وہ ایسی نعمت ہے جو کسی نگاہ نے نہیں دیکھی، اس کے بارے میں کسی کان نے نہیں سنا، اور نہ کسی دل نے اس کے بارے میں سوچا، اس کے بارے میں اگر کوتاہی کرنے والے جان جاتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے کیسی متاع کھودی کہ اب ان کے لئے زندگی میں کوئی خیر باقی نہ رہا، وہ ہر خیر سے محروم ہوگئے، ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کچھ لوگ بڑی سلطنت کے درمیان براجمان ہیں، نہ تو انہیں کوئی مصیبت آئے گی اور

نہ ان کی نعمت ختم ہوگی، وہ ابدی نعمتوں سے سرفراز ہوکر خدائے کبیر ومتعال کی قربت میں مزے لے رہے ہیں، وہ جنت کے باغات میں گھوم پھر رہے ہیں، وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہیں جن کے استر دبیز ریشم کے ہیں، وہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے درمیان ہیں، وہ طرح طرح کے پھلوں کے مزے لے رہے ہیں اوران کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آبخورے، آفتابے اور ایسا جام شراب لے کر گھوم رہے ہیں جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے ہیں اس سے نہ تو ان کو دردسر ہوگا اور نہ ہی ان کی عقل میں فتور آئے گا، وہ اپنی پسند کے میوے کھارہے ہیں اور من بھاتے گوشت سے فائدہ اٹھارہے ہیں، اوران کے پاس خوبصورت بڑی آنکھوں والی عورتیں ہیں، وہ ایسی ہیں جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھے ہوئے موتی، یہ سب ان کے اعمال کا صلہ ہے۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس گردش میں ہیں، ان کے لئے یہاں وہ سب کچھ ہے جوان کا جی چاہتا ہے، اور جوان کی آنکھوں کے لئے پسندیدہ ہے، (اوران کے لئے یہ ارشاد ہے) تم ان نعمتوں میں ہمیشہ رہوگے۔ تعجب ہے کہ ایسی جنّت کا طلب گار کیسے سوتا رہ جاتا ہے؟! اوراس کے لئے پیغام بھیجنے والا کیسے اس کے مہر پر راضی نہیں ہوتا؟! اس کی حقیقت سننے کے بعد اس دنیا میں زندگی کا مزہ کیسے باقی رہ جاتا ہے؟ اوراس کی کنواریوں سے ہمنشینی کے بغیر اس کے چاہنے والے کو قرار کیسے نصیب ہوتا ہے؟! اوراس کی صداقت پر یقین رکھنے والوں کے دل کو اس کے بغیر کیسے صبر آجاتا ہے؟! اور اکثر دنیاوالوں کے دل اس سے کیوں غافل رہتے ہیں؟! اوراعراض کرنے والوں کا نفس اس کے عوض ان کو کون سی چیز پیش کرسکتا ہے؟!" **(حادری الارواح 5 دارالكتب العلميّة)**۔

**نواں: نماز فجر روز قیامت نور کے سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ ہے:** ڈاکٹر راغب سرجانی اپنے مشہور کتابچہ **"كيف تحافظ علىٰ صلوٰة الفجر"** (آپ نماز فجر کی حفاظت کیسے کریں؟) صفحہ 40 **(مؤسّسة اقرأ، للنشر والتوزيع والترجمة 2004ء)** میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں خیرِ کثیر اور منفرد خصوصیات ہیں۔ اس موضوع پر ہمارے افکار ایک دوسرے سے متفق اور ہمارے خیالات ہم رشتہ ہیں کیونکہ بفضل اللہ ہم دونوں ہی ایک ہی چشمہ (قرآن وسنت) سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سرجانی کہتے ہیں: "قیامت کے دن روشنی کے وہ سرچشمے جن سے ہم مانوس ہیں ناپید ہوں گے۔ سورج لپیٹ دیا جائے گا، ستارے بے نور ہوجائیں گے اور مخلوق شدید تاریکی، تہ در تہ تاریکی میں اٹھائی جائے گی، تاریکی کی یہ کیفیت ہوگی کہ انسان اپنے ہاتھ کو نہ دیکھ سکے گا ...... اس وقت لوگ اپنا راستہ تلاش کرنے اور شدید ہجوم کے درمیان چلنے کے لئے روشنی کے محتاج ہوں گے، ہر کسی کو پل صراط عبور کرنے کے لئے روشنی کی سخت ضرورت ہوگی"۔

اُس پرُ ہول تاریکی میں صرف نمازِ فجر کی روشنی ہی لوگوں کے لئے مددگار ہوگی، جس کے بارے میں نبی ﷺ نے اس حدیث میں بتایا ہے جس کی ترمذی، ابوداود، اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ اسلمی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان لوگوں کو پوری پوری روشنی کی بشارت دے دو جو تاریکیوں میں چل کر مسجد کی طرف جاتے ہیں" **(سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل العشاء و الفجر، 13/2 حديث صحيح)** اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے منفرد بشارت ہے جو پیدل چل کر مسجد جاتے ہیں، یعنی ان کی فجر اور عشاء کی نمازیں لازماً مساجد میں ادا ہوتی ہیں الّا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو،

اس عمل کا عظیم اجر پوری پوری روشنی ہے، نہ کہ ناقص روشنی۔

**دسواں: فجر کی سنّت دنیا کی ساری متاع سے بہتر ہے تو فجر کا کیا مقام ہوگا؟!** رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جس کی روایت مسلم نے حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا سے کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''فجر کی دو رکعتیں دنیا اور اس کے سارے اسباب سے زیادہ بہتر ہیں'' اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ صبح کی نماز دنیا اور اس کے سارے اسباب سے زیادہ بہتر ہے تو فرض کا کیا مقام ہوگا۔ لازماً اس کا اجر اس سے بلند، اس کا ثواب اس سے زیادہ اور اس کا وزن سنت سے زیادہ ہوگا۔ چنانچہ ہر وہ صاحبِ عقل و دل جو نمازِ فجر کے لئے نکلتا ہے وہ تمام اہلِ زمین میں سب سے زیادہ مالدار ہے۔ بھلا انسان کے لئے کیسے یہ زیبا ہوگا کہ وہ اس خیر کو ترک کرے جو اپنی قیمت میں اس دنیا کی تمام متاع سے بڑھ کر ہے اور اس دنیا کی حقیر چیزوں اور معمولی ٹکڑوں کے پیچھے بھاگے اور اس کے لئے تگ و دو کرے!۔

بندہء مومن کو اگر دین و دنیا کی بصیرت حاصل ہو تو وہ اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے وہی پسند کرے گا جو نبی ﷺ کو پسند ہے چنانچہ اس کے شعور و ادراک میں فجر کی دو رکعتوں کی حیثیت دنیا اور متاعِ دنیا سے بڑھ کر ہوگی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت مسلم نے اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے طلوعِ فجر کے وقت کی دو رکعتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ''یہ دونوں مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں'' (**صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر و الحث علیھما، 5/6**)

آیئے ہم صحابی جلیل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس زندہ مثال کو یاد کرتے چلیں کہ جب بھی انہیں نماز فجر ضائع ہونے کا اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آتا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتے۔ وہ نمازِ فجر سے کچھ پہلے تک لہو و لعب میں مصروف رہ کر پھر سو نہیں گئے تھے۔۔۔ جیسا کہ اکثر مسلمان کرتے ہیں۔۔۔ یا رات کے پہلے پہر سے سورج کے طلوع ہونے تک وہ گہری نیند کے مزے نہیں لے رہے تھے۔ بلکہ وہ اسلام کی بلند ترین کوہان یعنی جہاد میں مصروف تھے۔ ''تستر'' کا معرکہ تھا۔ ڈیڑھ سال تک محاصرہ جاری رہا، لوگوں نے سحر کے وقت اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ فریاد کی اور اذانِ فجر سے کچھ قبل انہیں ''تستر'' کے قلعہ پر چڑھنے کا موقع مل گیا۔ ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں اور تیس ہزار مسلمانوں کے درمیان خونریز معرکہ ہوا۔ سورج روشن ہونے تک لڑائی جاری رہی۔ اس عظیم جہاد اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے قائد کے ہاتھوں زبردست فتح کے باوجود وہ۔۔۔ ایک ربانی قائد کی طرح۔۔۔ نماز فجر کے ضائع ہونے پر روتے تھے اور کہتے تھے: کون سا تستر؟! میری نمازِ فجر ضائع ہوگئی اور میں نہیں چاہتا کہ اس نماز کے عوض مجھے ساری دنیا دے دی جائے۔'' (کتابچہ **''کیف تحافظ علیٰ صلاۃ الفجر''** (آپ نماز فجر کی حفاظت کیسے کریں؟) ڈاکٹر راغب سرجانی صفحہ 46)

حق تو یہ ہے کہ عمل کرنے والوں کو ایسا عمل کرنا چاہئے اور ربانی قائدین اور مخلص مجاہدین کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

**گیارہواں: فجر کی سنت ہر دن کی آمد کے ساتھ عقیدہء توحید کی صفائی اور اس کی تطہیر کرتی ہے:** سنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق فجر کی سنت میں ہر دن اُن سورتوں کی تلاوت جن کا اہتمام رسول اللہ ﷺ نے کیا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ مسلم نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں سورہء **قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ** اور دوسری رکعت میں

سورہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحدٌ** کی تلاوت کیا کرتے تھے ﴿**المسند الصحیح، ص726**﴾ ،اس سنت کے اہتمام سے انسان ہر دن اپنے آپ کو توحیدِ خالص سے مالا مال کرتا ہے، وہ روئے زمین کے سارے کفار کے لئے ایک چیلنج بن جاتا ہے کیونکہ وہ ہرگز ان چیزوں کی عبادت نہیں کرسکتا جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، وہ گمراہی میں غوطہ زن لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، اور وہ حقیر لوگوں کی صف میں نہیں نظر آسکتا۔ وہ تو اپنی عزت، اپنی حمیّت، اپنے امتیاز، اور اپنے راستے میں آگے بڑھتے رہنے کا اعلان کرتا ہے: **لَكُم دِينُكُم وَلِيَ دِينِ ﴿الكافرون: 6﴾** ''تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے''۔ یہ وہ تربیت ہے جس کی جڑیں گہری اور جس کی شاخیں طویل ہیں، جو انتہائی پھل دار ہے، یہ ایسے طاقتور، راسخ الایمان مومن کو جنم دیتی ہے جو ہر نئے دن کی آمد کے ساتھ تمام کفار کے لئے ایک چیلنج بن کر کھڑا ہوتا ہے۔

**بارہواں: ڈاکٹر سرجانی نے نماز فجر کے ساتھ مخصوص فقہی و تربیتی حکمتوں کو جمع کیا ہے:** جن میں سے اہم حسب ذیل ہیں:

1۔ نمازِ فجر اور نماز عصر مسلمانوں پر فرض ہونے والی اولین نمازیں ہیں۔

2۔ اذان فجر میں ''**الصلاة خير من النوم**'' (نماز نیند سے بہتر ہے) کا دوبار اضافہ ہے۔

3۔ نمازِ فجر کے بعد کچھ مخصوص اذکار ہیں۔ جیسے:

☆ ترمذی نے اپنی سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز فجر کے بعد بیٹھ کر کسی گفتگو سے پہلے دس بار یہ پڑھا: **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ** ۔ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں، اور اس کے درجات میں دس درجات بلند کئے جاتے ہیں اور وہ اس دن ہر ناپسندیدہ چیز سے محفوظ رہتا ہے، شیطان سے اسے پناہ ملتی ہے، اور اس دن اس سے شرک باللہ کے علاوہ ہر گناہ سے حفاظت مل جاتی ہے۔ (**سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول الله، 435/9، وقال حسن غریب صحیح**)۔

☆ اسی طرح ابوداود نے اپنی سند سے مسلم بن الحارث التمیمی سے نقل کیا ہے: انہوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے رازدارانہ انداز میں فرمایا: ''جب تم نمازِ مغرب مکمل کر لو اس وقت سات بار یہ پڑھو: **اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ**'' (اے اللہ مجھے جہنم سے نجات دے) اگر تم یہ پڑھو گے اور پھر اسی رات تمہیں موت آجائے تو ان کی وجہ سے تمہارے لئے (جہنم سے) امان لکھا جائے گا اور جب تم فجر کی نماز ادا کرو تو اس وقت بھی اسے پڑھو، اس کے بعد اگر تمہیں اس دن موت آگئی تو تمہارے حق میں (جہنم سے) امان لکھا جائے گا۔ (**سنن ابو داود، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، 422/13، حدیث حسن**﴾۔

4۔ نبی ﷺ نماز فجر میں ہر نماز سے زیادہ طویل تلاوت فرماتے تھے، آپ ﷺ ساٹھ آیات سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

بخاری نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں ے کہا کہ ''نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں **الم تنزیل** اور **ھل اتیٰ** کی تلاوت فرماتے تھے﴿**صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة، 33/3**﴾، نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر میں پہلی رکعت میں سورہ ٔسجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ ٔانسان کی تلاوت فرمات تھے۔

5۔تمام نمازوں کے برعکس نماز فجر میں جمعِ صلوٰۃ یا قصرِ صلوٰۃ کا کوئی حکم نہیں ہے۔

6۔نماز فجر سے انسان کو اللہ کی حفاظت، اس کی نگرانی، اس کی ضمانت، اور اس کی نگہداشت حاصل ہوتی ہے مسلم نے اپنی سند سے جندب بن سفیان سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نمازِ فجر ادا کی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے، اللہ کی ذمہ داری میں ہرگز خلل نہ ڈالو، ورنہ جو ایسا کرے گا اسے وہ اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ ﴿**صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة، 130/5**﴾۔

7۔نمازِ فجر نصف عمر کے لئے کفارہ ہے، کیونکہ عشاء اور فجر کے درمیان جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کے لئے یہ کفارہ ہے اور یہ وقت تقریباً نصف دن کے برابر ہوتا ہے۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت امام مسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کی ہے: انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''جس بندہ ٔمسلم پر بھی فرض نماز کا وقت آتا ہے پھر وہ اچھی طرح وضوء کرکے، خشوع کے ساتھ رکعتیں ادا کرتا ہے تو اس کی یہ نماز اس سے پہلے کے گناہوں کے لئے اس وقت تک کفارہ بن جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ ارتکاب نہ کرے۔اور ایسا ہمیشہ ہوتا ہے'' ﴿**صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، 91/3**﴾۔

8۔ نمازِ فجر کے اہتمام سے رزق میں برکت ہوتی ہے جیسا کہ ابن حبان، ابوداود، احمد اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں سے بیان کیا ہے: صخر الغامدی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میری امت کو ان کی صبح کی نمازوں کے طفیل برکت عطا فرما'' ﴿**صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیة الجهاد، ذکر ما یستحب للمرء أن یکون انشاؤه، 88/5، حدیث صحیح**﴾ ۔ اور یہ برکت مال میں بھی ہوتی ہے، وقت میں بھی اور یادداشت میں بھی لہٰذا جو کوئی بھی ان میں سے کسی چیز کا طلب گار ہو وہ نمازِ فجر کی طرف لپکے اور وہ دیکھے کہ اسے کیسی برکتیں اور رحمتیں نصیب ہوتی ہیں!۔

9۔ جو یہ چاہتا ہے کہ ہر روز اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھا جائے تو اس کے سامنے نمازِ فجر کا عظیم فریضہ ہے۔امام جلال الدین السیوطی نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی پھر بیٹھ کر طلوعِ شمس تک اللہ کا ذکر کیا پھر اس نے دو رکعتیں ادا کی تو اسے پورے پورے حج و عمرہ کی طرح ثواب ملے گا۔ ﴿**جامع المسانید والمراسیل، حرف المیم، 53/7، حدیث صحیح**﴾

## دوسرا منہج: ربانی انعامات سے استفادہ۔﴿ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے جو کہ اس کے شرف کی دلیل ہے۔ دس راتوں سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں طبری، قرطبی، اور ابن عطیہ نے درج ذیل اقوال نقل کئے ہیں:

1۔ یہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ یہ رائے ابن عباس کی تفسیر، عبداللہ بن زبیر، مسروق، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اس کی بنیاد بخاری کی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے بیان کی ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان ایّام کے عمل کے مقابلہ میں کسی بھی دس دن کا کوئی عمل زیادہ افضل نہیں ہو سکتا'' لوگوں نے سوال کیا: جہاد بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جہاد بھی نہیں، الّا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لگا کر نکلے اور پھر کچھ بھی نہ لے کر لوٹے'' **﴿صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایّام التشریق، حدیث نمبر 779﴾۔**

2۔ اس سے مراد رمضان کی آخری دس راتیں ہیں، کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبِ قدر کی تلاش کی جائے۔ بخاری نے اپنی سند سے حضرت ابوسعید سے بیان کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا، پھر آپ ﷺ بیسویں کی صبح نکلے اور آپ نے تقریر کی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے شبِ قدر دکھائی گئی تھی پھر بھلوا دی گئی۔۔ یا میں نے اسے بھلا دیا۔۔ تم لوگ اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے یہ دیکھا تھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں، جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس آ جائے۔ پھر ہم واپس آ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ آسمان میں بادل کا کوئی چھوٹا ٹکڑا بھی نہ تھا، پھر بادل چھانے لگے اور اس زور کی بارش ہوئی کہ مسجد کی چھت جو کہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی تھی، ٹپکنے لگی، اس کے بعد نماز قائم کی گئی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے ان کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا'' **﴿صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر، 786/4﴾۔**

3۔ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس اور طبری کا ایک قول یہ ہے کہ دس راتوں سے مراد محرم کی ابتدائی دس راتیں ہیں، جن کی آخری رات عاشوراء ہے۔ اس قول کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

**وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿الفجر 2﴾** کے معنی کے سلسلہ میں قوی ترین رائے کے مطابق یہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں یا رمضان کی آخری دس راتیں ہیں۔

اور میں چاہتا ہوں کہ ہم ذیل کی مثال پر غور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول کے مفہوم کو سمجھیں: اگر مرئی، سمعی، اور تحریری تمام ہی ذرائعِ ابلاغ میں یک بیک یہ اعلان کیا جائے کہ صرف دس راتوں میں عمل کرنے کے لئے غیر محدود اسامیاں ہیں، اور اس کا معاوضہ بھی انتہائی پُرکشش ہے، آپ نے جو آخری تنخواہ حاصل کی ہے صرف اس کی کاپی آپ کو پیش کرنے کی ضرورت ہے، یا آپ کی لیاقت اور

امکانات کے مطابق آپ کی تنخواہ کا تعین کیا جائے گا اور آپ کو دس راتوں کے کام کے عوض ہزار مہینوں کی تنخواہ ملے گی، یعنی اگر آپ کی تنخواہ ایک ہزار درہم ماہانہ ہے تو صرف دس راتوں میں آپ کی تنخواہ ایک دس لاکھ دینار ہوگی۔ اور اگر آپ کی ماہانہ تنخواہ پانچ ہزار دینار ہے تو صرف دس دنوں میں آپ کی تنخواہ پچاس لاکھ دینار ہوگی اور اگر آپ کاروباری آدمی ہیں اور آپ کی یومیہ آمدنی دس لاکھ دینار ہے تو ان دس دنوں میں آپ کو ایک ارب دینار ملیں گے۔ کام آپ کو اپنے شہر اور اپنے گھر میں ہی رہ کر کرنا ہے، اس کے لئے آپ کو طویل سفر کی ضرورت نہیں ہے اور اس کام کے لئے نہ تو تجربہ کی سند مطلوب ہے اور نہ ہی کوئی سفارش بلکہ اس میں ہر امیدوار کے لئے موقع ہے۔

آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا کوئی رئیس، کوئی زبردست یا کوئی چھوٹا اس کام کے لئے سبقت کرنے سے رکے گا؟! کیا کوئی سرمایہ کار اس میں پیچھے رہے گا خواہ اس کی کچھ بھی آمدنی ہو؟! کیا کوئی بے روزگار بے کاری کی تکلیف اٹھاتا رہے گا اور اس قیمتی موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے لپک نہیں پڑے گا؟! کیا باپ اپنی بیوی اور بچوں کو اس کام کی ترغیب نہ دے گا تا کہ وہ فقر اور مسکینی سے کلّی نجات پا سکے؟! ہاں اللہ کی قسم کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ وہ سامانِ دنیا ہے جسے ہم بچشمِ ہوش دیکھتے ہیں، اسے اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اپنے جوارح سے اسے محسوس کرتے ہیں۔ البتہ اگر اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے خیر کے کاموں، نیکی کی سرگرمیوں، سحر کی رکعتوں، نمازِ فجر، جماعت میں شرکت، تنہائیوں میں، مجلسوں میں، کھلے چھپے اور، دن رات اذکار کی کثرت، اور سختی اور فراخی، راحت وتکلیف، کشادگی اور تنگی ہر حال میں بھرپور انفاق کے ذریعہ دس راتوں سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی جائے اور کہا جائے کہ اس میں خوب اجر ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** (القدر:3) ''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔ امام بخاری نے اپنی سند سے ابوسعید خدری سے، انہوں نے حبیب ﷺ سے روایت کی: ''مجھے شبِ قدر دکھائی گئی پھر بھلوا دی گئی۔۔ یا میں نے اسے بھلا دیا۔۔ تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو'' **﴿صحیح البخاری، کتاب فضل الیلة القدر، باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر، 786/4﴾**، اور منذری نے انس بن مالک سے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اوپر یہ مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہ گیا وہ تمام ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس سے وہی شخص دور رہتا ہے جو خیر سے محروم ہے'' **﴿الترغیب والترھیب، کتاب الصوم، الترغیب فی صیام رمضان احساباً و قیام لیله، 60/2، حدیث حسن﴾**، اسی طرح ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں کے سلسلہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اس حدیث کی رو سے یہ وہ راتیں ہیں جن میں کئے جانے والے اعمال اپنے مرتبہ کے اعتبار سے اسلام کی بلند ترین کوہان یعنی جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ فضیلت والے ہیں، تو کیا ہم غیب پر ایمان رکھتے ہوئے ان تمام باتوں کو۔۔ جو کہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہیں۔۔ صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ ان راتوں کے اعمال کا ثواب روئے زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے؟ بلکہ ہر دن ادا کی جانے والی فجر کی دو رکعتیں دنیا اور متاعِ دنیا سے بہتر ہیں؟ وہ بندہ یا بندی جسے اللہ تعالیٰ ان احکام کی پابندی کی توفیق دے اور پھر وہ اللہ کی محبت میں اپنے آپ کو گھلا دے، وہ واقعی اس بات کا حقدار ہے کہ اپنے رب کی طرف توجہ، اس پر تکیہ کرنے، اور اس کے سامنے عاجزی کرنے کی بدولت اپنے آپ کو تمام

اہلِ زمین میں سب سے زیادہ مالدار سمجھے، اوراہلِ دنیا کے سامنے پورے استغناء، خودداری اور ایسے حوصلہ کے ساتھ آئے کہ اسے اللہ کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا کا خوف نہ ہو۔

میں اپنے آپ کو بھی مخاطب کرتا ہوں، اوراپنے بھائیوں اور بہنوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ ایمان بالغیب کو پختہ سے پختہ تر کریں۔اور اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے کسی بھی نیکی یا برائی کے سلسلہ میں کوئی وعدہ یا وعید آئے تو لازماً ہم اس کو بالیقین قبول کریں اوراپنی خواہشوں، اپنے حالات، اپنی پسند و ناپسند، اوراپنے تمام منصوبوں کو اسی کے مطابق ڈھالیں تاکہ ہمارے اندر ربانی حکم اور ہدایتِ نبوی ﷺ کی کامل اور مکمل اطاعت کا وصف پیدا ہوا اور انسان اپنی عقل اوراپنے وجدان سے ہر اس وسوسہ کو خارج کردے جو آسمانی معیار پر زمینی معیار کو ترجیح دینے والا ہو، تاکہ انفاق مال میں کمی کے بجائے برکت، نمو، اور کثرت کا ذریعہ بن جائے، شہادت موت کے بجائے جنت کے بلندترین مقام میں ملنے والی زندگی ہو، دعوتِ دین کی راہ میں ہونے والی جدوجہد بہترین انجام کے لئے ضروری سمجھا جائے اور اس ذمہ داری سے غفلت فتنہ کی نظر سے دیکھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (التوبة: 49)** ''ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ''مجھ کو رخصت دے دیجئے اور مجھ کو فتنے میں مت ڈالئے''۔ سن رکھو فتنے ہی میں تو یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں، اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے''۔

میں ہیثمی کی اس روایت پراپنی یہ گفتگو ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ خیر کے کام کرتے رہو، اور اللہ کی رحمت کے فیضان کو سمیٹتے رہو، کیونکہ اللہ کی رحمت کا فیضان اللہ کے انہی بندوں کو پہونچتا ہے جن کے بارے میں وہ چاہتا ہے، اور اللہ سے دعا کرو کہ تمہاری پردہ پوشی فرمائے اور تمہیں خطرات سے امان بخشے'' (**مجمع الزوائد للهيثمي، حديث نمبر 234/10**، اس کے سند کے رجال رجالِ صحیح ہیں سوائے عیسیٰ بن موسیٰ بن ایاس بن البکیر کے، وہ ثقہ ہیں)۔

## تیسرا منہج: خالق کی وحدانیت اور مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا۔﴿ وَالشَّفْعِ وَأَلْوَتْرِ ﴾

جب اللہ تعالیٰ نے جوڑے اور طاق کی قسم کھائی تو لازماً اس قسم کی تعظیم، اس کی تفسیر، اور اس کی تطبیق ان لوگوں کی زندگی میں ہونی چاہئے جو قرآن کو ثقافت کے بجائے ہدایت، فکر کے بجائے، عقیدہ اور نظریہ کے بجائے عمل کی حیثیت سے اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

تعظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان عظیم چیزوں کی قسم کھاتا ہے، جن کے بغیر کائنات کا نظام نہیں چلتا ہے: **وَالشَّفْعِ وَأَلْوَتْر ﴿الفجر:3﴾** ''میں اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی قسم کھائی ہے؟ اس سلسلہ میں طبری، قرطبی، ابن عطیہ، سید قطب نے کہا ہے کہ الشفع اور الوتر کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

1۔ الشفع کا مطلب ہے نمازِ فجر اور الوتر کا مطلب ہے نمازِ مغرب، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الشفع کا مطلب ہے سنن راتبہ، اور الوتر کا مطلب ہے وتر کی رکعت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الشفع کا مطلب ہے رات کی دو، دو رکعت نفل اور الوتر کا مطلب ہے آخری رکعت۔

2۔ الشفع کا مطلب ہے یوم النحر، اور الوتر کا مطلب ہے یوم عرفہ۔

3۔ الشفع کا مطلب ہے آدم وحواء اور الوتر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ۔

4۔ الشفع کا مطلب ہے سارا عالم اور الوتر کا مطلب ہے اللہ کیونکہ واحد محض وہی ہے، اس کے سوا کسی میں یہ وصف نہیں ہے۔

5۔ الشفع کا مطلب ہے مخلوقات کی صفات کا تضاد اور الوتر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کی انفرادیت۔ مخلوقات کی صفات میں تضاد کی مثالیں ہیں: ایمان اور کفر، خوش بختی و بدبختی، ہدایت وضلالت، نور وظلمت، رات اور دن، گرمی اور سردی، سورج اور چاند، موسم گرما اور سرما، آسمان اور زمین، جن اور انس۔

6۔ الشفع کا مطلب ہے جنت کے دروازے اور اس کے درجات، اور الوتر کا مطلب ہے جہنم کے دروازے اور اس کی پستیاں۔

7۔ الشفع کا مطلب ہے صفا اور مروہ اور الوتر کا مطلب ہے کعبہ۔

8۔ الشفع کا مطلب ہے مکہ اور مدینہ کی مسجد، اور الوتر کا مطلب ہے بیت المقدس۔

9۔ الشفع کا مطلب ہے قِران (ایک ساتھ حج اور عمرہ) یا تمتّع (حج اور عمرہ دونوں کی نیّت، لیکن دونوں کے لئے الگ الگ احرام باندھنا) اور الوتر کا مطلب ہے حجِّ اِفراد۔

10۔ الشفع کا مطلب ہے مذکر اور مونث اور الوتر کا مطلب ہے جمادات۔

11۔ اعداد یا تو جوڑے ہوتے ہیں (2,4,6) یا طاق (3,5,7)۔

12۔ الشفع کا مطلب ہے دن اور رات، اور الوتر کا مطلب ہے یومِ قیامت کیونکہ اس کے بعد کوئی رات نہیں ہے۔

میرے نزدیک راجح ترین قول یہ ہے کہ الشفع سے مراد جسم ومعنیٰ ہر دو پہلو سے مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا ہے، الوتر کا مطلب ہے اللہ واحد، یکتا، تنہا، اور بے نیاز۔ سنّتِ نبوی نے الوتر کی وضاحت اللہ سے کی ہے، اور یہی بات زیادہ قابل قبول ہے۔ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۔۔سو سے ایک کم۔۔

نام ہیں جس نے ان کو شمار کرلیا وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ اور ہمّام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا اضافہ کیا کہ ''وہ طاق (وِتر) ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ **﴿صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة، باب فی اسماء اللہ تعالیٰ و فضل من احصاھا، 5/17﴾**

اس کی تطبیق کو درج ذیل نکات میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے:

1۔ خالق کی وحدانیت پر ہمارا یہ یقین ہمیں اس بات کا پابند بناتا ہے کہ ہم ان یہود، نصاریٰ اور مشرکین کو دعوت دیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنالئے ہیں، یا انھوں نے بعض رسولوں، اشخاص یا اشیاء کو خدائے واحد و یکتا کا مقام دے رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم محض اس کی وحدانیت پر ایمان رکھیں بلکہ اس نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ دنیا کے سامنے بھی ہم اس کا اعلان کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿الاخلاص :1﴾** (کہو وہ اللہ ایک ہے)، اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا: ''**قُـلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَاحِدٌ وَاِنَّنِی بَرِیءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ'' ﴿الانعام: 19﴾**۔ (آپ فرمادیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں)۔

2۔ اس بات کا اعتقاد کہ کائنات کی اساس اس بات پر ہے کہ تمام مخلوقات، خواہ نباتات ہوں یا حیوانات، انسان ہوں یا اشیاء یہ تمام ہی جوڑے جوڑے ہیں اپنے پیچھے دلائل رکھتا ہے۔ نباتات کے جوڑے جوڑے ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِیهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ'' ﴿الرعد :3﴾** ''اور اس نے ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے''۔ حیوانات کے جوڑے جوڑے ہونے کا اشارہ اس آیت میں ہے: ''**ثَمَانِیَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ أَلضَّأْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ أَلْمَعْزِ اثْنَیْنِ قُلْ آلذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَیَیْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ أَرْحَامُ أَلْأُنْثَیَیْنِ، نَبِّئُونِی بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ﴿ألأنعام :143﴾**'' یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے، اور دو بکری کی قسم سے، اے محمد (ﷺ) ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کئے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔'' اور انسانوں کے جوڑے جوڑے ہونے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ ''**یَهَبُ لِمَن یَّشَاءُ اِنَاثاً وَّ یَهَبُ لِمَن یَّشَاءُ الذُّكُوْرَ'' ﴿الشوریٰ :49﴾** '' جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے''۔ اسی طرح ہر چیز میں جوڑے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**وَمِنْ كُلِّ شَیءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ'' ﴿الذاریات :49﴾** ''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو''۔ یہ مومنین کے اس عقیدہ کو راسخ کرتا ہے کہ خالق یکتا ہے اور مخلوقات جوڑے جوڑے ہیں۔ مخلوقات کے جوڑے جوڑے ہونے کے سلسلہ میں جو نقلی دلائل ہیں ان کو اگر ہم عقلی دلائل سے بھی دیکھنا چاہیں، تو اس کی کچھ قطعی مثالیں حسب ذیل ہیں:

(الف) مثبت اور منفی دونوں میں رابطہ کے بغیر ہم بجلی نہیں حاصل کر سکتے، ان دونوں میں سے کسی کو بھی اگر آپ دوسرے سے الگ کردیں یا منفی کو منفی سے جوڑ دیں، یا مثبت کو مثبت سے جوڑ دیں تو بجلی نہیں حاصل ہوگی بلکہ اس کے نتیجہ میں دھماکہ یا شدید نقصانات کا بھی

امکان رہتا ہے، جس طرح کہ ہم جنس پرستی، یا جنسی کنارہ کشی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔
(ب) مثبت مقناطیسی چیزیں ایسی ہی دوسری چیزوں کی طرف کھنچتی ہیں جن میں منفی مقناطیسی قوت ہو، اگر آپ مثبت کے ساتھ مثبت، یا منفی کے ساتھ منفی رکھیں تو ان دونوں میں دوری پیدا ہو جاتی ہے۔
(ج) اس زندگی کے تشکیلی عناصر میں ذرہ کی حیثیت پہلی اینٹ کی ہوتی ہے، اس ذرہ کی تخلیق تین مکمل اجزاء سے ہوئی ہے جن میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر نامکمل ہے: یعنی پروٹون جو کہ ہمیشہ مثبت قوت سے چارج رہتا ہے، اور الکٹران جو ہمیشہ منفی قوت سے چارج رہتا ہے، اور نیوٹران جو کہ ہمیشہ معتدل چارج میں ہوتا ہے۔
(د) عالم نباتات میں درختوں، پودوں، پھپھوندی (فنگس)، اور بیکٹیریا میں مذکر اور مونث کا وجود معروف ہے کہ اگر مذکر اور مونث دونوں نہ رہیں تو زندگی کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکے۔ (مضمون **آیات معجزات من القرآن الکریم وعالم النبات: پروفیسر ڈاکٹر نجمی خلیل ابو العطاء**، ملاحظہ ہو ان کی ویب سائیٹ:
http://spanishsord.multiply.com/journal/item/52،
ملاحظہ ہو ان کا دوسرا مقالہ: **تسع معانٍ للزوجیة فی القرآن الکریم وعالم النبات**،:
http://www.55a.net/firas/arabic/?page=show_det&id=1753&select_page=23) یہی حیات وکائنات کا وہ نظام ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے: "**وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ**" **〈النجم :45〉** "اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا" دوسری جگہ ارشاد ہوا: "**سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ**" **〈یٰسٓ:36〉** "پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوعِ انسانی) میں سے یا اُن اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں"۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کے درمیان مقام میں مساوات اور ذمہ داریوں کی باہم مل کر تکمیل کرنا ضروری ہے، جنسی کنارہ کشی یا جنسِ مخالف سے استغناء جائز نہیں ہے۔ جنسی کنارہ کشی کا رویّہ قطعی طور پر نظام ربّانی کے خلاف ہے۔
3۔ مخلوق اپنے خالق سے بے نیاز نہیں ہو سکتی کیونکہ خالق ہی ہے جس نے اسے وجود بخشا ہے، بقاء، حیات، اور موت کے قوانین اسی کے وضع کردہ ہیں، خود انسان بھی جو کہ واحد ایسی مخلوق ہے جسے ارادے کی مکمل آزادی بخشی گئی ہے، زندگی کا سفر شروع کرنے کے بعد اپنے اختیار و ارادہ کے بغیر ہی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسے یہ اختیار نہیں کہ اپنے دل کی دھڑکنوں، اپنے جسم کے خون کی رگوں، اپنی قوت سماعت و بصارت پر قابو رکھ سکے، وہ ضعف سے قوت کی طرف اور پھر دوبارہ ضعف کی طرف اپنی حرکتِ نمو پر بھی قابو نہیں رکھتا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ انسان اس عالمِ وجود کے رب کی تسبیح وسجود میں اپنے آپ کو لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ**" **〈الحج:18〉**

’’کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سر بسجود ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور جسے اللہ ذلیل وخوار کردے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے، اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے‘‘۔ لہٰذا انسان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ رحمان کی عبادت اور اس کے سامنے سر بسجود ہونے میں پوری کائنات سے ہم آہنگ ہوجائے ورنہ اس کا انجام بدبختی، عذاب، ذلت، اور رسوائی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس کی عبادتیں اس یقین کے ساتھ ہونی چاہیئے کہ رب العالمین اپنی قوت، اپنی فراخی، اپنی ذات، اور اپنی صفات میں اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، اور وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، اپنی مخلوقات میں سے کسی کا وہ دست نگر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’**يَـــا أَيُّهَـــا النَّـــاسُ أَنْتُـمُ الْـفُقَرَاءُ اِلَىٰ اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ، اِن يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ، وَ مَا ذَالِكَ عَـلـىٰ اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ** ( **فاطر** : 15 تا 17 ) ’’لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تو غنی وحمید ہے، وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تماری جگہ لے آئے، ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں‘‘۔

4۔ مخلوقات اپنی ہی جیسی دوسری مخلوقات سے بے نیاز نہیں ہوسکتی ہیں، عظیم ترین شہنشاہ فوجوں اور امراء سلطنت کے بغیر کام نہیں کرسکتا۔ کیا انسان سورج اور چاند سے، پھل پھول سے اور ندی اور سمندر سے بے نیاز ہوسکتا ہے؟! کون ہے جو پانی اور ہوا سے بے نیاز ہو؟! دوا اور غذاء سے بے نیاز ہو؟ یا رات کے آرام سے مستغنی ہو؟! یا دن میں کسبِ معاش کی جدوجہد سے مستغنی ہو؟ دنیا میں کون ہے جو اپنے ماں باپ، بیوی، بچوں اور بھائی بہن سے بے نیاز ہو؟! کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اسے لوگوں کی محبت ملے، لوگ اس کا خیال رکھیں، اس سے شفقت کا معاملہ کریں، اور خوشی اور غم میں، سختی اور آسانی میں اس کے گرد جمع ہوں؟! کیا دولہا اور دلہن بے پناہ باہمی محبت اور چاہت کے باوجود، زمان ومکان کی وسعتوں سے بھی زیادہ خوشیوں میں رہنے کے باوجود، اپنے گھر والوں، پڑوسیوں، دوستوں اور احباب کی حاضری سے بے نیاز ہوسکتے ہیں؟! انسانوں کی اس صورت حال کی ترجمانی شاعر کتنے خوبصورت انداز میں کرتا ہے:

**ألناسُ للناسِ مِن بَدوٍ وَحاضرةٍ ☆ بعضٌ لبعضٍ وإن لَم يَشْعُرُوا خَدَمٌ**

(لوگ خواہ دیہی آبادی سے تعلق رکھتے ہوں یا متمدن شہر سے، لاشعوری طور پر سب ہی ایک دوسرے کے خدمت گار ہوتے ہیں)۔

اسی لئے قرآن کریم کے نصوص محبت اور سلامتی، نیکی، انسان اور انسان کے درمیان تعلق کی بنیاد فراہم کرتے ہیں یہاں تک کہ انسان کا رحمان کی مخلوق کے ہر ذرہ میں کیا رشتہ ہے اس کی بھی تعیین کرتے ہیں۔ انسان اگر حقیقت پسندی سے کام لے تو نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود وہ یہ سمجھے گا کہ وہ دوسروں کا، اپنے اطراف کی پوری کائنات کا محتاج ہے۔ کوئی مرد عورت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور نہ ہی عورت مرد سے بے نیاز ہوسکتی ہے۔ کوئی مالدار فقیر سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی فقیر مالدار سے بے نیاز ہوسکتا ہے۔ کوئی عالم متعلّم سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور نہ ہی متعلّم عالم سے بے نیاز ہوسکتا ہے۔ حاکم اپنی رعیت سے بے نیاز ہوسکتا ہے اور نہ ہی رعیت اپنے اس حاکم سے جو ان کے اوپر عدل کے ساتھ حکمرانی کر رہا ہے، انہیں اپنے فضل سے فائدہ پہونچا رہا ہے، اور دنیا وآخرت کی بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔

## چوتھا منہج: عبادت گزاروں کی رات نہ کہ غافلوں کی ﴿وَاللَّيْلِ اذَا يَسْرِ﴾

رات اللہ کے حکم سے گزر جاتی ہے،کوئی اسے روک نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''**وَاللَّيْلِ اذَا يَسْرِ**''﴿**الفجر:4**﴾ ''اور رات کی جب کہ وہ رخصت ہورہی ہو''۔ یعنی رات اللہ کے حکم سے اپنی منزل کی طرف رواں رہتی ہے،کوئی بھی اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ اسے روک دے، البتہ انسان کے بس میں یہ ہے کہ وہ رات کو اللہ کی عبادت میں گزارے یا یوں ہی گزار دے۔ اگر ہم لفظ ''**والـلَّيْـل**'' کی تحقیق کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات کی طرف دیکھیں تو مومن کے عقیدہ وذہن میں ایمانی اور عملی پہلووں سے کئی راتیں سامنے آئیں گی۔ رات اور دن کی آمد ورفت کی لگام صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے۔وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے، رات ودن کو وہی پھیرتا ہے اور رات کے پردے سے دن کو نکالتا ہے۔ ہمارے رب نے ان کی آمد و رفت کو انتہائی منظم رکھا ہے، رات دن سے سبقت نہیں لے جاسکتی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی رات کے لئے سکون سے طاری ہونے، اس کے رخصت ہونے، پلٹ کر چلے جانے، یا گزر جانے کے وقت کی تعیین کرتا ہے۔اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1۔رات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---''**انَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِی الْأَلْبَابِ**'' ﴿**آل عمران:190**﴾''زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ہوش مند لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں''۔

---**يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ علىٰ اللَّيْلِ** ﴿**الزمر: 5**﴾ ''وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے''۔

---**يُولِجُ اللَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِی ألـلَّيل** ﴿**الحج : 61**﴾ ''وہی رات سے دن اور دن سے رات نکالنے والا ہے''۔

---**وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ والنَّهَارَ آيَتَيْنِ** (الاسراء:12)''دیکھو ہم نے رات اور دن کو دونشانیاں بنایا ہے''۔

2۔رات ان صالحین، نیکوکاروں، پرہیزگاروں، اور مخلصین کے لئے مسابقت کا میدان ہے جو اپنی نیکیوں کو رات کی پہنائیوں میں چھپانا چاہتے ہیں، تاکہ ان کی نیکیاں ایمان کے نور، اور اللہ کے لئے اخلاص کی صداقت کے ساتھ سیدھے آسمان وزمین کے رب کی طرف بلند ہوں۔وہ بلند نیکیاں جن کے لئے مومنین رات کی تاریکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

---''**أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ أللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ**﴿**الزمر:9**﴾ ''(کیا اِس شخص کی روش بہتر ہے یا اُس شخص کی) جو مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہتا، سجدے کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا، اور اپنے رب کی رحمت سے امید لگاتا ہے؟''

---''وَ مِـنَ الـلَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّکَ عَسىٰ أن يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوداً'' 〈الاسراء: 79〉
''اور رات کو تہجّد پڑھو، یہ تمہارے لئے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز کردے''

--- ''وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السَّجُودِ 〈قٓ :40〉 ''اور رات کے وقت پھر اس کی تسبیح کرو اور سجدہ ریزیوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی''۔

---'' وَمِـنْ آنَـاءَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضَىٰ 〈طٰه: 130〉 ''اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی، شاید کہ تم راضی ہو جاؤ''۔

---''وَمِـنَ الـلَّيْـلِ فَـاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا 〈الانسان :26〉 ''رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو''۔

---أَلَّذِينَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِأللَّيْلِ 〈البقرة:274〉 ''جولوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں شب میں''۔

--- ''يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُم يَسْجُدُونَ 〈آل عمران:113〉 ''راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں''۔

--- ''وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَـرَفَـيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ، ذٰلِکَ ذِکْرَىٰ لِلذَّاكِرِيْنَ 〈هود: 114〉 ''اور دیکھو نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر، اور کچھ رات گزرنے پر، درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو یاد کرتے ہیں''۔

3۔رات اللہ کے مومن بندوں کے لئے سکون، نیند اور راحت کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

--- '' وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَناً'' 〈الانعام:96〉 ''اور اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا''۔

--- '' وَمِـنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّنْ فَضْلِهِ 〈الروم:23〉 ''اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے''۔

--- ''قُـلْ أَرَأَيْتُـم اِن جَـعَـلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ 〈القصص: 72〉 ''ان سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے تم پر دن طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟''

4۔رات متقی شوہروں کے لئے اپنی بیویوں سے حلال اور طیّب طریقے سے لطف اٹھانے کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---''أُحِلَّ لَـكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ 〈البقرة: 187〉
''تمہارے لئے روزوں کے زمانے میں، راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کردیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے''

--- ”وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاساً“ 〈النبا:10〉 ”اور ہم نے رات کولباس بنایا“۔

ان رات کے متّقین اور پرہیزگاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو ☆ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

عابدوں کی رات قنوت، تہجد، سجود، قرآن کی تلاوت، انفاق مال سے معمور ہوتی ہے یا ان کی راتیں، نیند، سکون، راحت، اور حلال لذت میں صرف ہوتی ہیں۔اس کے مقابلے میں غافلوں کی رات اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے خلاف مکر میں گزرتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ والنَّهَارِ إذ تَأْمُرُونَنَا أن نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ“ 〈سبا: 33〉 ”بلکہ (تمہاری) رات دن کی سازشیں تھیں جب تم ہمیں سکھاتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں“۔غافلوں کی رات عشاء و فجر کی نمازوں سے بے پرواہوتی ہے۔وہ ٹی وی، فلموں اور انٹرنٹ کے سامنے ایسی رذیل چیزوں کی تلاش میں اپنی رات گزارتے ہیں جو انسان کو حیوانیت سے بھی فروتر منزل کی طرف لے جائے۔ غافلوں کی رات جام و مینا، نغمہ وسرود، شراب اور فجور میں گزرتی ہے، وہ گھٹیا نفسانی خواہشات اور فاسد سرگرمیوں میں گزرتی ہے۔غافلین اپنی راتیں لوگوں کا گوشت کھانے، ان کے ناموس کو نقصان پہونچانے، اور تمسخر، چغلی، غیبت، جھوٹ اور بہتان تراشی میں گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدٰى سَبِيْلاً“ 〈الاسراء:84〉۔میں ذیل کے جدول میں عابدوں اور غافلوں کی رات کا فرق واضح کرتا ہوں:

| عابدوں کی رات | غافلوں کی رات |
|---|---|
| مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں | ”أَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ“ 〈الماعون:5〉 ”جو اپنی نمازوں کو فراموش کرتے ہیں“۔ |
| قیامِ لیل | فضول تفریحات |
| سجود، قنوت، آہِ سحر گاہی، سحری کی برکت سے فائدہ اٹھانے کے لئے سحری کا اہتمام | نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط، ہنسی مذاق، فضول کھانا پینا، اور سگریٹ نوشی۔ |
| خاموش صدقہ | بازاروں میں گھومنا، ادھر اُدھر کی خریداری |
| طلبِ علم کے لئے نیند قربان کرنا اور اس کے حصول کے لئے گھُلنا۔ | گھٹیا فلموں اور عریاں تصویروں کے سامنے جاگتے رہنا |
| قرآن سے شغف اور اس کی تلاوت (ان کی آنکھوں سے نیند اڑا دیتی ہے) | فسق و فجور پر مبنی اور شہوت انگیز گانے، محفلِ رقص وسرود، حیا سوز، ہلاکت خیز، پرکشش، چیزوں کا اہتمام، جام و مینا، عیش وطرب، اور اسی قسم کی حقیر سرگرمیاں |
| سمپوزیم، لکچرس | لہوولعب، تمسخر، غیبت، چغلی اور بے حیائی کی مجلسیں |

| | |
|---|---|
| بھلائی، خدمتِ خلق کے کام، عوام کی ضرورتوں کا خیال | نیک اہلِ ہدایت کو تکلیف پہنچانے کے لئے کفّار و فجّار سے ساز باز، اور دن رات کی سازشیں۔ |
| سونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ | ”بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ“ (القيامة:5,6) ”مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے بھی بد اعمالیاں کرتا رہے، پوچھتا ہے ”آخر کب آنا ہے قیامت کا دن؟“ |
| پاکی اور اللہ کے ذکر کے ساتھ سونا | نجاست، جنابت اور غفلت کے ساتھ سونا |
| رات کی نیند موت کی تذکیر ہوتی ہے اور نیند سے بیداری بعث بعد الموت کی تذکیر۔ | وہ اس امید کے ساتھ لیٹتا ہے کہ نئے دن کی بھاگ دوڑ کی تیاری کرے۔ |
| اصلاح ذات البین، زوجین، رشتہ داروں، پڑوسیوں، شرکاءِ کار، جماعتوں اور مملکتوں کے درمیاں تعلقات کی اصلاح کے لئے اپنی نیند قربان کرتے ہیں۔ | وہ اس فکر میں جاگتے رہتے ہیں کہ لوگوں کے تعلقات بگاڑیں، زوجین، رشتہ داروں، قریبی لوگوں، جماعتوں، اور مملکتوں کے تعلقات کو تباہ کردیں۔ |
| ماں اس لئے اپنی نیند تج دیتی ہے کہ اپنے شیر خوار کو دودھ پلائے، اور اپنے بچوں کی پرورش کرے۔ | ماں فلموں اور انٹرنیٹ کے سامنے اور ٹیلیفونی مکالمات میں اپنی رات گزارتی ہے۔ |
| طبیب اور تیماردار اس فکر میں جاگتے ہیں کہ اپنے مریض کی دیکھ بھال کرسکیں۔ | اپنے بچوں کو خادماوں کے حوالے کردیتے ہیں یا فساد، لہو ولعب، اور ٹی وی، انٹرنیٹ کے حوالے کردیتے ہیں۔ |
| ان کی تقاریب میں قرآن و سنّت، اور حوصلہ افزا ترانوں کی گونج ہوتی ہے۔ | ان کی تقاریب بے حیائی، رقص و سرود، گانوں، کھانے پینے میں اسراف، اور اختلاط مردوزن کے نظارے پیش کرتی ہیں۔ |
| مجاہدوں کے دستے، فوج اور لشکر کے جوان فتنوں کے سدِّ باب اور امن و امان کی حفاظت کے لئے جاگتے ہیں۔ | خیانت کاروں اور چوروں کی بھاگ دوڑ ہوتی ہے، نشہ آور اشیاء کے تاجرین، شرپسند اور مفسدین امن وامان کو غارت کرتے ہیں، اور خوف ودہشت کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ |
| امت کا درد، غزہ، فلسطین، بیت المقدس عراق، افغانستان، کشمیر، چیچنیا، صومالیہ اور سوڈان بلکہ اسلام کی ہر سرزمین کا کرب انہیں بے چین رکھتا ہے۔ | یہ اس لئے جاگتے ہیں کہ میچ دیکھیں، ماڈلس کا مشاہدہ کریں، فن کار، مردوں اور عورتوں کے مقابلے دیکھ سکیں۔ |

## پانچواں منہج: جذبات کی یلغار کو عقل کی نگاہوں سے لگام دو ﴿لِّذِی حِجرٍ﴾:

میرا خیال ہے کہ یہ منہج جس کے بارے میں ہمارے ایک صاحبِ خیر عالم اور داعی نے بتایا ہے، اس کی بنیاد وہ ربانی اصل ہے جس کی طرف ''هَلْ فِیْ ذَالِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ'' ﴿الفجر:5﴾ ''کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لئے'' میں اشارہ کیا گیا ہے، اور ہم اسی پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھانے کے بعد ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ'' ﴿الفجر: 1تا4﴾ یہ سوال کیا ہے--. جیسا کہ قرطبی اور طبری نے ذکر کیا ہے-- گویا یہ سوال اس حقیقت کی تاکید ہے ''اس قسم میں عقل والے کے لئے کفایت ہے''۔ آیت نے عقل کے بارے میں کہا کہ یہ ''حِجر'' ہے۔ جب انسان با اختیار ہو جائے اور اپنے فیصلے خود کرنے لگے تو اس وقت کہا جاتا ہے: ''إِنَّه لَذُو حِجر'' ﴿تفسیر طبری :402/24﴾۔ قرطبی نے کہا (43/20): حجر کی اصل منع (روکنا) ہے۔ جو شخص اپنے نفس پر اختیار حاصل کر لے اور اسے روک لے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: ''إِنَّه لَذُو حِجر'' اور اسی سے حَجر (پتھر) ہے۔ اسے یہ نام اس کی سختی اور صلابت کی وجہ سے دیا گیا۔ اسی سے ہے: حَجَر الحاكِمُ علىٰ فلانٍ یعنی حاکم نے اسے مالی تصرفات سے روک دیا ہے۔ اور حُجرہ (کمرہ) کو حجرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر کی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔ فرّاء کہتے ہیں کہ: ''اہل عرب ''إِنَّه لَذُو حِجر'' کہتے ہیں یعنی وہ اپنے نفس پر گرفت اور قابو رکھنے والا ہے۔'' انہوں نے یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

وكيف يُرجّىٰ أن تتوب وانّما — يُرجّىٰ مِن الفتيان من كان ذا حجر

(اس سے توبہ کی امید کیسے کی جا سکتی ہے، توبہ کی امید تو ان جوانوں سے کی جا سکتی ہے جو اپنے اوپر گرفت رکھنے والے ہوں)

اس آیت کا واضح تربیتی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے علمبرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی عقل کو قرآن وسنت کے نصوص سے اس طرح سیراب ہونا چاہئے کہ یہی ان کے لئے بلند ترین معیار، اور مثالی نمونہ بن جائیں، اور عقل ان خواہشات، شہوات، اور نفس کی ترغیبات کو لگام دے جو ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اور اسے تقویٰ سے آراستہ کرے، اور اس کی خواہشات کو اس طرح گرفت میں رکھے کہ وہ کسی بھی کمزور مقام پر بے قابو نہ ہو۔ ہم میں سے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس امر میں اپنے رب کی بات کی تصدیق کرے۔ ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جن کی نگاہیں مال کی چکا چوند سے خیرہ نہ ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اقتدار اور شہرت کے دھوکے میں آ جائیں۔ کچھ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو اقتدار اور شہرت کے دھوکے میں نہ آئیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ غصّہ کے وقت ایسے بے قابو ہو جاتے ہوں کہ ان کے غصّہ کو کوئی چیز لگام نہ دے سکے۔ کچھ لوگوں کے بارے میں اس کا امکان ہے کہ وہ جنسی شہوت سے مغلوب ہوں اور یہ خواہش ہر لذّت پر بھاری ہو جائے، اس سے مغلوب ہو کر انسان تمام ترجیحی چیزوں کو فراموش کر دے، اور اس کی وجہ سے تمام حدود اور محرمات کو پامال کر دے۔ ہم میں سے کچھ وہ بھی ہو سکتے ہیں جو درہم و دینار کے پیچھے بھاگیں، اور تھوڑے مال کے لئے بھی دوسروں کے قدم چاٹنے لگیں۔ کچھ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں کہ اپنی زبان پر انہیں قابو نہ ہو اور کسی کی بھی راز کی وہ حفاظت نہ کر سکیں، وہ غیبت، چغلی، جھوٹ اور بہتان جیسی لعنتوں سے اپنے آپ کو بلند نہ کر سکیں۔ ہمارے درمیان ہی کچھ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو ان ساری

خواہشات پر قابو رکھتے ہوں لیکن ان کی خواہش بطن اس کی عقل پر غالب آجاتی ہو۔ وہ کوئی بھی کھانا دیکھیں اس کی رال ٹپکنے لگتی ہے، منہ میں پانی آتے لگتا ہے، ہاتھ بے چین ہونے لگتا ہے، منہ بھر جاتا ہے اور ان کا پیٹ پھولنے لگتا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں زیب و زینت، نئے نئے ڈیزائین، منفرد قسم کے کپڑوں، اور نت نئے ڈھنگ سے بننے، سنورنے کا شوق ہوتا ہے: ''**وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ**'' **﴿النساء: 119﴾**۔ اس پہلو سے بیسویں اور اکیسویں صدی کی دنیا میں انتہائی گھٹیا قسم کی، بڑی بڑی تجارتوں کو خوب رواج ملا۔ جنس، ہتھیار، اور نشہ آور اشیاء کا کاروبار خوب پھیلا۔ بڑے ممالک کے لئے چھوٹے ممالک کو نگلنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ رہی۔ اور -- سوائے ان چند کے جن پر اللہ کی رحمت ہوئی -- کسی حاکم کے پاس پاسبانِ عقل نہ رہا، انہوں نے اپنی رعایا کو فقر، ذلت، اور پستی میں مبتلا کیا۔ انٹرنٹ، ٹی وی چینلس، فون، تحریری اور الیکٹرانک مراسلت، ہوٹلوں کے چکر، بازاروں کی سیر، سینیما، اور قہوہ خانوں کے گشت، سڑکوں میں پھرنا نوجوان نسل کا شیوہ بن گیا، ان فضولیات کے لئے وہ تعلیم، عبادت اور اجتماعی مروت سب کچھ ترک کرنے لگی۔ یہاں ''حِجر'' کا مطلب ہے وہ عقل جو انسان کو ان گندگیوں سے روکے اور اسے مکارم اخلاق کا پابند بنائے تا کہ انسان حق کے راستے پر چل سکے۔ امام جلال الدین السیوطی نے نبی ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات ان تعلیمات کے تابع نہ ہوجائیں جو میں لے کر آیا'' **﴿جامع المسانيد والمراسيل، الاكمال من الجامع الكبير، 355/8، وقال حسن غريب﴾**۔ یہ مختصر سی آیت اپنے مفہوم میں بہت سے معانی رکھتی ہے اور ہمارے لئے یہ لازم کرتی ہے کہ ہر وہ نفس جو اپنے آپ کو اور اپنے اطراف کو دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار کرنا چاہے وہ لازماً ان دو لازمی، نا قابلِ تقسیم دواوں کو اختیار کرے:

**پہلی دوا:** علم ہے جو شبہات کو دور کرتا ہے۔ اور **دوسری دوا** وہ مجاہدہ ہے جو شہوات و خواہشات کو لگام دیتا ہے۔ اس موضوع پر میں نے کئی کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ (دیکھیں: (اردو www.salahsoltan.net عربی، انگریزی www.salahsoltan.com۔ میں تکرار سے بچنے کے لئے ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

1)۔ اہم کتابیں:

1۔ دل کی سختی کی اصلاح کے پانچ عملی وسائل۔

2۔ شیطان کے ساتھ جنگ۔

3۔ روزہ اور ضبطِ شہوات۔

4۔ رمضان کے بعد ایمان میں ثبات

2)۔ اہم مقالات:

1۔ بے معنی تصویر نہ بنو!

2۔ حق، مخلوق اور نفس۔

3۔عبادت گزاروں اور غافلوں کے موسم گرما کا فرق۔

4۔ترکوں کی عزّت اور عربوں کی ذلّت میں فرق۔

5۔مختلف امّتوں کا درداوران میں فرق۔

6۔ہمنشینی اور جانشینی میں فرق۔

میرے خیال میں،اس سورہ میں فجر اور باغیوں ،مفسدوں اور ظالموں کے قصوں کے درمیان جو تعلق ہے وہ یہ کہ سب سے پہلا میدان جس میں انسان کو کامیابی حاصل کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انسان نیند کی خواہش پر غلبہ پائے تا کہ وہ نماز فجر کے لئے نکل سکے اور دس راتوں کو زندہ کر سکے اور اپنی رات کو عابدوں کی رات بنائے نہ کہ غفلت شعاروں کی۔پھر وہ--اپنی اندرونی قوت اور خارجی طور پر حاصل صلاحیتوں کے مطابق-- ظلم کے خاتمہ،سرکشی کے مقابلہ،اور فسادفی الارض کے قلع قمع کرنے کے لئے آبدار شمشیر بن جائے۔ اس کے لئے لازمی طور پر یہ ضروری ہے کہ انسان کی عقل ایمان بالغیب سے مالا مال ہو،وہ ایمان جو اسے سختیوں کو برداشت کرنے اور حق اور راستی کی راہ پر قائم رہنے میں،ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کا جذبہ عطا کرے تا کہ جب وہ اپنے پروردگار سے ملے تو وہ اسے اپنی چاہتوں کے تخت وتاج عطا کرے،اور جنت میں انبیاء اور اصحاب کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔

## چھٹا منہج: دنیا وآخرت میں تباہی کے دو اسباب: طغیان اور فساد ہیں۔

سورہ ءفجر کے دوسرے حصہ پر جب میں نے غور کیا، جس میں عاد، ثمود اور فرعون کا تذکرہ کیا گیا ہے تو مجھے ایسا لگا کہ ان آیات کو تیزی، اوران کے اختصار کی بناء پر چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

**پہلی قسم**: سابقہ امتوں میں سے چند کا تذکرہ، تاکہ دل کی اعتقادی، یقینی کیفیت میں استقلال پیدا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ، إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ، أَلَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ، وَثَمُوْدَ أَلَّذِينَ جَابُوا ألصَّخْرَ بِألْوَادِ، وَفِرْعَوْنَ ذِى أَلْأَوْتَادِ** ‹الفجر:6تا10› "تم نے دیکھا نہیں تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادِ اِرم کے ساتھ، جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟"۔

**دوسری قسم**: مختلف زمانوں میں ہونے کے باوجود ان کی مشترک خصلتوں کا تذکرہ۔ اور وہ ہیں طغیان اور فساد، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**أَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ**" ‹الفجر: 11اور 12› "یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی، اوران میں بہت فساد پھیلایا تھا"۔ لفظ "**الّذين**" (وہ لوگ جو) شدّت کے ساتھ اس بات کو واضح کررہا ہے کہ طغیان اور فساد صرف فرعون کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عاد وثمود بھی اس شامل تھے، اگر صرف فرعون کیلئے یہ بات ہوتی تو لفظ "**الّذى**" آتا۔

**تیسری قسم**: پروردگار کی سزا اوراس کی گرفت: "**فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ**"۔ ‹الفجر: 13› "آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا"۔

**چوتھی قسم**: یہ وہ الٰہی قانون ہے جو صرف عاد، ثمود اور فرعون کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جن کے اندر بھی طغیان وفساد کا مرض پایا جائے گا اس پر عذاب کا کوڑا برسے گا۔ کیونکہ یہ قصّہ ءپارینہ نہیں ہے بلکہ جب بھی اس کے اسباب پائے جائیں گے اس کا اعادہ ہوگا، اسے دہرایا جائے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ**"۔ "تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے"۔ قرآن کی سورتوں میں، خاص طور پر اُن سورتوں میں جن میں قصّے ہیں، بہت تاکید کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ کوئی بھی زمانہ ہو، کوئی بھی مقام ہو، ہر امّت کے لئے الٰہی قانون ہے، یہ قانون صرف سابقہ امتوں کے لئے نہیں ہے۔ تاکید کے ساتھ یہ بات کہی گئی کہ طغیان، فساد اور ظلم وہ قطعی اسباب ہیں جو ملکوں کو برباد، اور بندوں کو تباہ کرتے ہیں۔ ذیل میں اس پر شاہد چند آیات بطور مشتے از خروارے پیش کرتا ہوں:

1۔سورہ ءغافر کے آخر میں فرعون اوراس کی قوم کی ہلاکت کے تذکرہ کے بعد ارشاد ہوا ہے: "**سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِى قَدْ خَلَتْ فِى عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ**‹غافر:85› "کیونکہ یہی اللہ کا مقرر کردہ ضابطہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے، اوراس وقت کافر لوگ خسارے میں پڑ گئے"۔

2۔سورہ ءہود کے آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظالموں کی شکست وریخت کے بعد اس ربّانی قانون کا اعادہ کیا: **وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ** ‹هود:117› "تمہارا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کردے

حالانکہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں''۔

3۔سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ نے اس ابدی الٰہی قانون کے بارے میں فرمایا: '' **فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ** '' ﴿**الحج:** 45﴾ ''کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا ہے، اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں، کتنے ہی کنویں بے کار اور کتنے ہی قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں''۔

4۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کوئی بھی امت اگر ظالم اور جابر ہو جائے تو اللہ کے قانون میں اس کے لئے ہلاکت کا وقت طئے ہے، اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے: ''**وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا**'' ﴿**الکھف:** 59﴾ ۔''یہ عذاب رسیدہ بستیاں تمہارے سامنے موجود ہیں، انہوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے لئے ہم نے وقت مقرر کر رکھا تھا''۔

5۔سورہ ءذاریات کے آخر میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان ہے کہ پیش رو ظالموں کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہی بعد کے ظالمین کے ساتھ بھی ہوگا کیونکہ یہی قانونِ الٰہی ہے: ''**أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ**''﴿**الذاریات:** 59﴾۔''پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصّے کا بھی ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا اِن ہی جیسے لوگوں کو ان کے حصّے کا مل چکا ہے، اس کے لئے یہ لوگ جلدی نہ مچائیں''۔

یہ قطعی نصوص اس بات کا ثبوت اور اس حقیقت کی دلیل ہیں کہ یہ محض ماضی کے قصے نہیں ہیں کہ ان کو دہرایا نہ جائے گا بلکہ یہ وہ الٰہی قانون اور ضابطہ ہے جو کسی بھی حال میں نہیں بدلتا: ''**اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَاد**'' ''تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے''۔

یہ آیتیں انتہائی مختصر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی بھی امّت پر عذاب کا کوڑا کیوں برساتا ہے، اور انتقام کی تلوار کیوں اٹھاتا ہے اس کے دو بنیادی اسباب بھی بیان کرتی ہیں، وہ ہیں طغیان اور فساد۔ طغیان کا مطلب ہے حدود، حقوق اور واجبات سے آگے بڑھ جانا۔ طغیان یہ بھی ہے کہ انسان ایک عبادت کو چھوڑ کر دوسری عبادت کی طرف مائل ہو یا ایک حق کو چھوڑ کر دوسرے حق کی طرف توجہ دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ**﴿**التوبہ:** 19﴾ ''کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر روزِ آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا''۔ اسی ضمن میں وہ نصیحت بھی ہے جو عبداللہ بن مبارک نے فضیل بن عیاض کو کی تھی:

**یا عابد الحرمین لوابصرتنا　　　لعلمت انک فی العبادۃ تلعب**

(اے حرمین کے عبادت گزار، اگر تم ہمیں دیکھتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ تم عبادت میں کھیل کر رہے ہو،

من كان يخضب خده بدموعه　　فنحورنا بدمائنا تتخضب

(تم وہ ہو جس کی رخسار آنسوؤں سے تر بتر ہے، لیکن ہمارا حال دیکھو کہ ہماری گردنیں خون میں لت پت ہیں)

او كان يتعب خيله فی باطل　　فخيولنا يوم الصبيحة تتعب

(یا تم وہ ہو جس کا گھوڑا باطل راستے میں اپنی جولانی دکھا کر تھکتا ہے، اور ہمارے گھوڑوں کا حال بھی دیکھو، یہ معرکہ کی صبح ہی تھکتے ہیں)

ريح العبير لكم و نحن عبيرنا　　رهج السنابک والغبار الاطيب

(تمہارے لئے عبیر کی خوشبو ہے، اور ہمارے لئے گھوڑوں کی ٹاپ سے اڑنے والی دھول اور پاکیزہ غبار ہی عبیر ہے)

ولقد اتانا من مقال نبيّنا　　قول صحيح صادق لا يكذب

(ہم تک ہمارے نبی ﷺ کے ایسے ارشادات پہونچے ہیں جو صحیح اور سچے ہیں، جن کو جھوٹ نہیں کہا جا سکتا۔)

لا يستوی غبّار خيل الله فی　　انف امرئ و دخان نار تلهب

(کسی شخص کی ناک میں پڑنے والا وہ غبار جو اللہ کی راہ میں دوڑنے والے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اٹھتا ہے اور جلتی ہوئی آگ کا دھواں یکساں نہیں ہو سکتے)

هٰذا كتاب الله ينطق بيننا　　ليس الشهيد بميّت لا يكذب

(ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کا یہ فیصلہ ہی کافی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہوتا، یہ ایک ناقابلِ انکار سچائی ہے۔)

ابن خلدون نے اپنے معرکۃ الآراء مقدمہ میں جس میں انہوں نے تاریخ کا تجزیہ کیا ہے، اس عنوان سے باب قائم کیا ''ظلم انسانی آبادی کو ویران کرنے کا اعلان ہے''۔ ہمارے موجودہ دور میں قسم قسم کے مظالم اور طرح طرح کے فواحش کی شکل میں طغیان پھیل چکا ہے، ستم زدہ لوگ، کمزور، مظلومین اور مقہورین رنج والم میں ڈوبے ہیں، اس صورتِ حال کا انجام کیا ہوگا؟! فساد پھیل چکا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا؟! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ**'' **〈الروم: 41〉** ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے''۔ ہمارے زمانے کا فساد خشکی اور تری سے بڑھ کر فضاؤں تک پھیل گیا ہے۔ عریاں فلمیں، گھٹیا سیریل، فحش ڈرامے، بے ہودہ گانے، رسوا کن حرکتیں، شراب کی کثرت، ہر سمت پھیلتی ہوئی نشہ آور اشیاء اور ہر جانب محرّمات کی بہتات اس کے مظاہر ہیں۔ حلال پاکیزہ غذاء سے بھوکے پیٹ محروم ہیں۔ لباس سے محروم لوگوں کے لئے معمولی کپڑے بھی مہنگے ہو گئے۔ تکلیف دہ امراض میں مبتلا شخص دواء سے محروم ہے۔ اور کم یاب اصحاب مروّت کے لئے آزادی کی لو دھیمی ہو چکی ہے۔ یہ طغیان اور فساد لازماً اہل زمین کے لئے ہمہ اقسام کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں، اس عذاب سے بچنے کا صرف یہی راستہ ہے کہ انسان شاہراہِ عدل کی طرف لوٹ آئے تاکہ اس سے طغیان کی تلافی ہو۔ زمین کو حلال اور پاکیزہ چیزوں سے آباد کیا جائے تاکہ یہ فساد کا بدل ہو۔

## ساتواں منہج: نماز فجر نصرت خداوندی کے اسباب میں سے ہے۔

سورہ ءفجر کے آغاز کی گفتگو، نماز فجر، دس راتوں سے استفادہ، جفت اور طاق، رات میں قنوت کا اہتمام، پھر اس کے بعد عاد، ثمود، اور فرعون کے واقعات کے مابین کیا تعلق ہے اس پر میں کافی غور و فکر کرتا رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے درج ذیل حقائق کی طرف میری رہنمائی کی جن سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ مسجد میں نماز فجر کا اہتمام، سب سے کٹ کر اللہ کے سامنے عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتے ہوئے قیام لیل کی پابندی، یہ دونوں چیزیں ۔۔اللہ کے فضل سے۔۔ظالموں کے مقابلہ میں نصرتِ خداوندی کا سبب بنتے ہیں۔ درج ذیل شواہد سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے:

1۔ اس تسلسل کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جائے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لئے ضروری ہے کہ ایمانی ہتھیار کے ساتھ ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿الروم: 47﴾** ''اور ہم پر یہ حق تھا کہ مومنوں کی مدد کریں''۔ اور ان مومنین کی اہم ترین صفت نماز فجر اور قیام لیل ہے۔ یہ تسلسل بتاتا ہے کہ یہ صفات نصرت کے اسباب میں سے ہیں، ان سے مومنین پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اور ظالموں پر عذاب کا کوڑا برستا ہے۔

2۔ سنن نسائی میں انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن غلس (آخر رات کی تاریکی) کے وقت نماز فجر ادا کی جب کہ آپ ﷺ ان (دشمنوں) سے قریب تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے اوپر حملہ کیا اور فرمایا: ''اللہ اکبر، خیبر تباہ ہو گیا، دو بار، ہم جب کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بہت ہی بری ہوتی ہے''۔ **﴿سنن النسائی الصغریٰ، کتاب المواقیت، باب التغلیس فی السفر، 293/1، حدیث صحیح﴾**۔

3۔ ترمذی نے اپنی سند سے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ کی۔ جب فجر طلوع ہوتی تو طلوع شمس تک آپ ﷺ رک جاتے تھے۔ پھر طلوع شمس کے بعد جنگ کرتے۔ جب نصف النہار کا وقت ہوتا تو زوال شمس تک رک جاتے''۔ **﴿سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الساعۃ الّتی یستحب فیھا القتال، 187Ù5، حدیث ﴿فیہ﴾ قتادۃ لم یدرک النعمان بن مقرن﴾**۔

4۔ ڈاکٹر سرجانی نے بہت سے مسلم قائدین کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنی جنگ نماز فجر کے بعد شروع کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اپنے تمام معرکوں میں ایسا ہی کرتے تھے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ''تستر'' کے معرکہ میں، یوسف بن تاشفین نے زلاقہ کے معرکہ میں، سیف الدین قطز نے عین جالوت کے معرکہ میں ایسا کیا۔ صلاح الدین ایوبی کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ انہیں ایک معرکہ میں فتح نصیب نہیں ہو رہی تھی، تو انہوں نے اپنی فوجوں کا جائزہ لیا۔ انہیں یہ معلوم ہوا کہ ایک خیمہ کے سپاہی نماز فجر میں سوتے رہتے ہیں، انہوں نے کہا: ''یہاں سے ہمیں نقصان ہو رہا ہے''۔ پھر جب مسلمان نماز فجر میں منظّم ہو گئے تو حطّین کے معرکہ میں انہیں صلیبیوں کے مقابلہ میں فتح نصیب ہوئی۔

تاریخ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں کہ صلاح الدین ایوّبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب صلیبیوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو وہ نماز فجر میں مسجد

اموی تشریف لے گئے اور نماز قائم ہونے کے بعد انہوں نے نمازیوں کو دیکھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ پہلی صف بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے اس کے بعد دعوت و تربیت کا کام شروع کیا اور امت کو مساجد آباد کرنے، اور حفظِ قرآن کریم کا اہتمام کرنے کی ترغیب دی۔ پھر سات سالوں کے بعد اسی مسجد میں گئے تو مسجد پوری بھری ہوئی تھی، انہوں نے بیرونی صحن میں نماز ادا کی۔ اس منظر کو دیکھ لینے کے بعد انہوں نے صلیبیوں سے جنگ کی تیاری شروع کی۔

5۔ نماز فجر ہمارے دشمنوں پر ہمارا رعب ڈالتی ہے، اس ضمن میں وہ متواتر واقعات شاہد ہیں جو ظالم، صہیونیوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس بات کے خواہش مند رہتے ہیں کہ فلسطینی شہروں کی مساجد میں فجر کے نمازیوں کی تعداد کیا ہے یہ معلوم کریں۔ اور صہیونیوں کے سابق وزیر اعظم شامیر وہ پہلا شخص تھا جس نے اس سلسلہ کی رپورٹ کو ان رپورٹوں کا لازمی جزء قرار دیا تھا جو اس کے سامنے صہیونی کارندوں کی طرف سے پیش کی جاتی تھیں۔ متعینہ وقفہ سے بڑے اسلامی شہروں میں فجر کے مصلیوں کی تعداد کی تفصیل اس کے سامنے پیش کی جاتی تھی اور وہ کہا کرتا تھا: ''اسرائیل کے وجود کو اس وقت تک خطرہ نہیں ہے جب تک کہ فجر کے مصلیوں اور جمعہ کے مصلیوں کی تعداد میں بڑا فرق رہے گا''۔ اسی لئے میرا دل اس امید سے معمور ہوتا ہے کہ فجر کے مصلیوں کی تعداد اگر زیادہ ہوگی تو نصرت خداوندی بھی قریب آئے گی۔ ابتدائی جولائی 2007ء میں استنبول میں ترکی کی سعادت پارٹی کی طرف سے منعقدہ اس کانفرنس میں جو صہیونی چیرہ دستی کے مقابلہ میں فلسطینی مدافعت کی تائید کے سلسلہ میں منعقد ہوئی تھی، جب مجھے گفتگو کی دعوت دی گئی تو میں نے لاکھوں کے مجمع میں یہی بات کہی۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ''صہیونیوں کو چاہئے کہ اب وہ ایسی نوجوان نسل سے مقابلہ کا انتظار کریں جو اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والے ہیں، جو نماز فجر کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ اس لئے کہ میں نے خود اسی کانفرنس کے دن استنبول کی مسجد ابوایوّب انصاری میں مشاہدہ کیا کہ تیس ہزار سے زائد مصلّیان نماز فجر میں شریک تھے۔ میری خوش بختی اور امید میں اس بات سے اور بھی اضافہ ہوا کہ ان میں اکثریت ان نوجوانوں کی تھی جن کی نگاہوں، جن کے ہاتھوں، پیروں اور جن کی زبانوں، کے سامنے ہر سمت فتنہ سامانیاں تھیں لیکن اللہ کے فضل سے یہ سب چھوڑ کر یہ لوگ مسجد کی طرف لپکے تھے اور قرآن وسنّت سے فیض حاصل کرنے کے لئے یکسو ہو گئے تھے۔ ان سے ان شاء اللہ بڑی امیدیں پوری ہوں گی۔

6۔ اللہ کی نصرت نماز فجر سے مربوط ہے اس کی ایک شہادت اللہ کا وہ فیضان ہے جو اس نے اہل غزہ اور ان کا ساتھ دینے والی امّت اسلامیہ پر کیا ہے۔ 1430ھ کی ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں صہیونیوں کے مقابلے میں فتح عطا کی۔ اس میں صہیونی فوج نے اپنے تمام فضائی، برّی اور بحری ہتھیار استعمال کئے اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ سب ان لوگوں کے خلاف جھونک دیا جو دوست اور دشمن سب سے گھرے تھے لیکن نماز فجر کے اہتمام، مسجدوں کو آباد کرنے، قرآن کریم حفظ کرنے اور سیّد الانام ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رحمت کے نزول، معجزات کے ظہور، اور حیرت انگیز نتائج کا ذریعہ بنا دیا، ان معجزات نے سحر کو ساحر کے خلاف پلٹ دیا، اہل مکر کی سازشیں خود ان کے خلاف پڑ گئیں، ان کی چالیں خود ان کے لئے وبال بن گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن سب سے زیادہ اس بات کا خواہش مند تھا کہ وہ مساجد کو نشانہ بنائے لیکن اہل غزّہ نے ان کو اس طرح چیلنج کیا کہ مساجد کے ملبہ میں بھی انہوں نے نمازیں

ادا کیں اور غزّہ کی مسجدیں وہ مسجدیں ہیں جو فجر میں روئے زمین کے ہر خطّہ سے زیادہ مصلّیوں سے آباد رہتی ہیں، ان میں مصلّیوں کی تعداد تقریباً اسی طرح ہوتی ہے جس طرح نمازِ جمعہ میں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کی امیدواری کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔

## آٹھواں منہج: رضا باللہ اور رضا عن اللہ

اللہ تعالیٰ انسان کی اس عمومی روش کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ اگر اسے خاص طور پر مادّی نعمت ملے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اگر اس کے لئے رزق میں کمی کی جائے تو وہ آزردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: '' **فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿الفجر: 15,16﴾** '' مگر انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا رب اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا ہے، اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا''۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزت اور ذلت ۔۔جیسا کہ قرطبی نے بیان کیا ہے۔۔ دنیا کہ مادی فراوانی اور اس کی قلت ہے۔ اور اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے صرف کفار کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر فرمایا: ''رہی بات مومن کی تو اس کے نزدیک شرف یہ ہے کہ اللہ اسے اپنی اطاعت کی ایسی توفیق دے کہ یہ اس کے لئے روز آخرت سرخروئی کا ذریعہ بن جائے۔ اور اس کے ساتھ وہ اسے دنیا میں بھی کشادگی عطا کرے تو اس پر وہ حمد اور شکر کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے''۔ **﴿تفسیر قرطبی، سورۃ الفجر، آیت 15، 51/20﴾**۔ یہ وہ نقطہ ہے جہاں مومن اور غیر مومن کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ایمان سے محروم شخص رزق، مال، اقتدار، اور مادی اشیاء کی فراوانی کو شرف سمجھتا ہے، وہ بندۂ نفس بن کر رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں بھرپور نوازے تو وہ شکر گزار نہیں ہوتا بلکہ کہتا ہے کہ: ''**رَبِّي أَكْرَمَنِ**'' (یعنی: میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا)، اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ گویا وہ اس رزق اور مال کا حق دار ہی تھا۔ اور جب اس کے اوپر رزق میں تنگی کرتا ہے تو وہ رب پر غصہ دکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ''**رَبِّي أَهَانَنِ**'' (میرے رب نے مجھے رسوا کیا)۔ وہ اس حقیقت تک نہیں پہونچتا کہ دونوں ہی حالتیں ۔۔رزق میں تنگی اور کشادگی۔۔ دراصل انسان کے لئے آزمائش ہیں کہ آیا وہ ان دونوں حالتوں میں صبر و شکر کا دامن تھامتا ہے یا نہیں؟ اور یہی حقیقت اس کا فیصلہ کرتی ہے کہ کون ہے ناشکرا اور اپنے نفس کا بندہ، جو اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے کہ وہ ہر طرح کے عزت و اکرام کا مستحق ہے اور اگر اسے کوئی معمولی تکلیف بھی پہونچے تو یہ اس کے لئے ذلت اور رسوائی کی بات ہے۔ تکلیف دہ حالات کا سامنا کرتے ہی وہ اپنے رب پر غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہے، دل میں کڑھتا رہتا ہے اور اندر سے اپنے آپ کو ٹوٹا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس کا پیٹ نہ تو بہت زیادہ سے بھرتا ہے اور نہ ہی وہ کم پر رضامند ہوتا ہے۔

جیسا کہ عقّاد (شاعر) نے کہا ہے:

**صغیر یشتھی الکبرا — و شیخ ودّ لو صغرا**

**وخالٍ یشتھی العملا — و ذو عمل به ضجرا**

**و ربّ المال فی تعب — و فی تعب من افتقرا**

**ویشقیٰ المرء مھزوما — ولا یرتاح منتصرا**

**فھل حاروا من الاقدار — أم ھم حیّروا القدرا**

(بچہ چاہتا ہے کہ وہ بڑا ہو جائے ، اور بوڑھا اس کا آرزومند رہے کہ اس کا بچپن لوٹ آئے ،
جو بے روزگار ہے ، وہ کام کی تلاش میں رہتا ہے اور کام میں لگا ہوا شخص اپنے کام سے پریشان رہتا ہے ،
مالدار مزید حاصل کرنے کی جدوجہد میں تھک رہا ہے ، اور محتاج کچھ پانے کے لئے کوشاں ہے ،
انسان شکست سے دوچار ہو کر بھی خوش نہیں رہتا اور ظفر مند بھی راحت نہیں پاتا ،
کیا یہ تقدیر کے فیصلوں سے حیران ہیں یا انہوں نے تقدیر کو ششدر کر رکھا ہے ؟ ، )

رہی بات اہل ایمان کی تو ان کے نزدیک ربانی میزان یہ ہے کہ ہر انعام بھی ایک امتحان ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : **''وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً''** **(الانبیاء:35)** ''اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں'' ۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا : **''إِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيْهِ''** **(الانسان :2)** ''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں'' ۔

میں سمجھتا ہوں کہ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس یقین کے ساتھ زندگی گزارے کہ اس کو نواز کر اس کی آزمائش اس طرح کی جائے گی : کہ آیا وہ اس میں اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں ؟ اللہ کے محرمات سے اسے محفوظ رکھتا ہے یا نہیں ؟ وہ اسے اللہ کی حکم کردہ چیزوں میں کام میں لاتا ہے یا نہیں ؟ ۔ یا اسے قلّت سے دوچار کر کے بھی اس کو آزمایا جائے گا ؟ ان دونوں ہی حالتوں میں اس کی کیفیت رضا عن اللہ کی ہوتی ہے ۔ ترمذی نے اپنی سند سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ﷺ کس شخص کی آزمائش سب سے زیادہ ہوتی ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : ''انبیاء کی ، ان کے بعد پھر لوگوں میں جو زیادہ بہتر ہوتا ہے اس کی ، پھر ان کے بعد لوگوں میں جو زیادہ بہتر ہوتا ہے اس کی ۔ انسان کی آزمائش اس کے دینی مرتبہ کے حساب سے ہوتی ہے ۔ اگر وہ اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے ۔ اور اگر وہ اپنے دین کے معاملہ میں کمزور ہوتا ہے تو اس کی آزمائش اس کے دینی مرتبہ کے اعتبار سے ہوتی ہے ۔ بندہ ء (مومن) کے ساتھ آزمائش کا سلسلہ لگا رہتا ہے یہاں تک کہ ان آزمائشوں میں کھرا اترنے کے بعد روئے زمین پر اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا'' ۔ **(سنن الترمذی ، کتب الزھد ، باب ماجاء فی الصبر علیٰ البلاء ، 104/7 ، حدیث حسن صحیح)** ۔

اس سورہ کے آخر میں رضا کا موضوع صراحت کے ساتھ بھی آیا ہے : **''رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً''** **(الفجر: 28)** ۔ اور سورہ کے درمیان میں دو آیتوں میں کنایۃً یہ بیان کرتے ہوئے آیا ہے کہ انسان کو جب اللہ تعالیٰ کرامت اور نعمت سے نوازتا ہے یا اس کے رزق میں کمی کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے رضا کا اظہار نہیں کرتا ، اور اس کا شکر گزار نہیں بنتا ۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ اس پسِ منظر میں رضا کا مفہوم سمجھیں ۔ لغت میں رضا رَضِيَ ، يَرْضَىٰ سے ہے جس کے مصادر ہیں رِضاً ، رُضاً ، رِضواناً اور رُضْوَاناً ، اس سے اسم فاعل ہے رَاضٍ جس کی جمع ہے رُضاۃ ، یہ سخط (ناراضگی) کی ضد ہے **(لسان العرب لابن منظور المصری ، باب الراء ، ثمّ الضاد والیاء ، ص574)** ۔

قرآن کریم میں مادہ ''رضی'' اور اس کے مشتقات 73 بار استعمال ہوئے ہیں۔ سنّت میں بھی اس کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔ بندے کا ربّ سے تعلق کے سیاق میں قرآن اور سنت میں مذکور رضا کو ہم دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں: ایک رضا باللہ اور دوسرا رضا عن اللہ۔ ذیل کے جدول سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

رضا

| | رضا باللہ | رضا عن اللہ |
|---|---|---|
| اس کی ابتداء کب ہوتی ہے؟ | ضروری ہے کہ اللہ سے پہلے تعلق کے ساتھ ہی اس کی ابتداء ہو، پھر اللہ کے حکم کی مکمل تعمیل اور تسلیم کے ساتھ یہ جاری رہتا ہے۔ | رضا باللہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس کے قضاء وقدر اور خیر وشر ہر چیز کے بارے میں مکمل تسلیم ورضا۔ |
| دلیل | **رضیت باللہ ربّاً و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیّا و رسولا۔** ''میں نے اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا نبی اور رسول تسلیم کیا''۔ | **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (المائدة: 119)** ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی بڑی کامیابی ہے''۔ |
| وضاحتی مثال | اگر کوئی نوجوان کسی دوشیزہ کے لئے شادی کا پیغام بھیجتا ہے تو دوشیزہ سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ کیا تم اس سے راضی (راضیۃ عنہ) ہو بلکہ یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا تمہیں یہ پیغام دینے والا شوہر کی حیثیت سے قبول (راضیۃ بہ) ہے؟ | جب زوجین ایک ساتھ رہتے ہیں تو زوجہ سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ کیا وہ تمہیں قبول (راضیۃ بہ) ہے؟ بلکہ اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم اس سے راضی (راضیۃ عنہ) ہو؟ |
| اس کے وجود کی علامت | رضا باللہ پر دو چیزیں دلالت کرتی ہیں:<br>ا۔ داخلی خواہشات کی مخالفت<br>۲۔ بیرونی عُرف (مروجہ چیزیں) اگر اللہ عز وجل کے حکم سے متعارض ہوں تو ان کی مخالفت۔ | رضا عن اللہ پر دو چیزیں دلالت کرتی ہیں:<br>ا۔ پہلی نعمت پر شکر اور جس قدر بھی نعمت ملے برابر شکر ادا کرتے رہنا۔<br>۲۔ پہلی مصیبت پر صبر اور جتنی بھی مصیبت آئے اس پر مستقل صبر کا مظاہرہ کرنا۔ |

## پہلا: رضا باللہ تعالیٰ:

گزشتہ گفتگو کی بنیاد پر میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ رضا عن اللہ رضا باللہ کے بعد ہی ممکن ہے۔ اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو [illegible]

دِيْـنَـكُـمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً'' (المائدة: 3) ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے''۔ یہ وہ رضا ہے جو اجزاء میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ یہ رضا بنیادی طور پر الوہی پہلو سے تعلق رکھتا ہے کہ مسلم پوری رضا اور مطلق تسلیم کے ساتھ اللہ کے ہر حکم کو تسلیم کرے خوہ وہ خارجی دنیا میں مروّج عُرف اور اندرونی سرکش نفسانیت کے خلاف ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: 65) ''نہیں اے محمد! (ﷺ) تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں''۔ اسطرح ارشاد ہوا: ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا'' (الاحزاب: 36) ''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا''۔ یہ وہ فیصلہ کن نقطہ ہے جس کے ذریعہ انسان حقیقی طور پر میں اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے، جس میں صرف ظاہری امور اور صرف دکھاوے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہیں حالت نفاق کا بھی فرق واضح ہوتا ہے جس کی قباحت اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں اور سورۂ منافقون میں بیان کی ہے۔ سورۂ منافقون میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ'' (المنافقون: 1) ''اے نبی! جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں'' ہاں، اللہ جنتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں''۔ اور یہ منافقین اللہ سے راضی (رضا باللہ) ہونے کے بجائے کسی اور چیز سے راضی تھے، جس کی وضاحت ہمارے پروردگار نے ذیل کی آیات میں کی ہے:

(1) دنیا سے راضی (رضا بالدنیا): اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ''کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا''۔ یہ بات اسی آیت کے اندر زمین سے چمٹ کر رہ جانے کی تفسیر اور تحلیل کرتے ہوئے فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ'' (التوبة: 38) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو رضا باللہ کو چھوڑ کر رضا بالدنیا کی طرف مائل تھے پھٹکارتے ہوئے کہا: ''أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ''

〈التـــــوبة:38〉 ''کیاتم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا؟ایسا ہے توتمہیں معلوم ہوکہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا''۔اور یہ لوگ اس زندگی کے سامان سے اس قدر راضی اور مطمئن تھے کہ انہیں اللہ سے ملاقات کا بھی خوف نہ رہا''اِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ'' 〈یونس:7〉 ''حقیقت یہ ہے کہ جولوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اور جولوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں'' یہ نفاق کی وہ خطرناک صورتِ حال ہے جواللہ کی محبت اور رضا باللہ کواپنے ساتھ بہالے جاتی ہےاوراس کی جگہ وہ تعلق پیدا ہوتا ہے جومریضانہ خواہش نفس یا تعلق بغیراللہ ہوتا ہے۔

(2)جہاداوردینِ الٰہی کی نصرت سے کنارہ کشی: وہ لوگ ایسا دین چاہتے ہیں جس میں کوئی قربانی نہ دینی پڑے اور جس کے لئے کوئی تاوان نہ ادا کرنا پڑے، بلکہ ان کونوازا جائے اور مال غنیمت ملتا رہےاورایسا شخص اس بات پر راضی رہتا ہے کہ وہ ان پیچھے رہ جانے والوں یا پیچھے رہ جانے والیوں کے ساتھ پیچھے رہ جائے جنہیں عذر یا نفاق نے بیٹھا رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:''إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ'' 〈التوبة: 83〉 ''تم نے پہلے بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھاتواب گھر بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو''۔ اوراللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ'' 〈التوبة: 93〉 ''انہوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اوراللہ نے ان کے دلوں پرٹھپّہ لگادیا،اس لئے اب یہ کچھ نہیں جانتے (کہ اللہ کے یہاں ان کی اس روش کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے)۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جوشخص اللہ کورب،اسلام کو دین،اور محمدﷺ کو نبی اور رسول تسلیم نہیں کرے گا وہ لازماً کسی اور چیز سے راضی رہے گا خواہ وہ دنیاوہ مذاہب ہوں، یا سماج کی مروجہ چیزیں ہوں، یا نفسانی خواہشات ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ'' 〈الفرقان :43〉 ''کبھی تم نے اس شخص کے حال پرغور کیا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کواپنا خدا بنالیا ہو؟''۔جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی کے پیغام کاانکار کیاان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نےفرمایا:''إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ'' 〈الزخرف:23〉 ''ہم نے اپنے باپ دادا کوایک طریقے پر پایا ہےاورہم ان ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کررہے ہیں''۔ یہ وہ پردہ ہے جو کفّارِ قریش کی آنکھوں میں پڑ گیا تھا۔انہیں یہ یقین تھا کہ محمدﷺ صادق اورامین ہیں لیکن اس کے باوجودانہوں نے ان کے پیغام کوقبول کرنا باعثِ عار سمجھا اور عبدالمطلب اوران کی قوم کے دین کوتکبّر کی وجہ سے انہوں نے نہیں چھوڑا۔

اگرہم اس حقیقت کی تطبیق اپنے آج کے حالات پرکریں توہم دیکھتے ہیں کہ ہم جس آزمائش سے دوچار ہیں وہ یہی ہے کہ ہمارے سامنے بہت سے اسلام کے وہ نام لیوا ہیں جوجمعہ کے دن یا رمضان کے مہینہ میں یا بعض تعبّدی شعائر میں اللہ کورب تسلیم کرتے ہیں،اور پھراس کے بعد دنیا کے راستوں پرچل پڑتے ہیں۔وہ کمیونزم،اشتراکیت،سیکولرزم،جدیدیت،مابعد جدیدیت،قومیت،عصبیت،اورملکی قوانین کے پیروکاربن جاتے ہیں۔انہیں اس کی پروانہیں ہوتی کہ ان کا یہ طریقہ صریح قرآن اوررسول اللہﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جوقرآن کے مطابق کھرے منافق ہیں:''إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى

الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ‘‘(النساء:142,143)’’یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، جب یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں۔ نہ پورے اِس طرف ہیں نہ پورے اُس طرف‘‘۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو برابر مسجد میں نظر آتے ہیں لیکن جب وہ اپنی تجارت کے میدان میں نکلتے ہیں تو سودی کاروبار میں لت پت ہو کر، نماز کے ساتھ دین کے لازمی ستون زکوٰۃ کو نظر انداز کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرتے ہیں۔ آپ ان کی زندگیاں تضاد کا مجموعہ پائیں گے حالانکہ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ طالب علم جو تمام مضامین میں ممتاز رہتا ہے پھر ایک مضمون میں کمزور ہو یا اسے چھوڑ دے، باقی مضامین کے نشہ میں اس کی پروانہ کرے تو اسے یونیورسٹی سے فراغت کی سند نہیں مل سکتی۔ وہ مجرم جو دستور یا قانون کے کسی ایک دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے انتہائی سخت سزا دی جاتی ہے، دستور کے باقی قوانین کے پابندی اس کی اس خلاف ورزی کے لئے معافی کا ذریعہ نہیں بنتی۔ اور اللہ کے لئے تو اعلیٰ نمونے ہیں، وہ کسی بندے سے یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اسے مسجد میں تو الٰہ اور رب تسلیم کرے اور اپنے مال، شادی بیاہ کے معاملات، دوسرے تعلقات، یا اپنی ملکیت اور لیاقت کے تصرف میں وہ کسی اور قانون پر راضی رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے میں پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اللہ کو رب تسلیم کرے، اسی کو منعم حقیقی سمجھے، اسی کی حکومت تسلیم کرے، حکم دینے اور منع کرنے کا اختیار اسی کو ہے یہ قبول کرے اور مکمل طور پر انسان اپنی نفسانی خواہشات اور خارجی مروجہ چیزوں کی مخالفت کرے، ان کو چیلنج کرے بلکہ ان کی جگہ مثبت اقدامات کرے تاکہ یہ سب ربّانی ہدایات کے تابع ہو جائیں۔

**دوسرا: رضا عن اللہ:**

ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ اس یہ دو چیزوں سے ظاہر ہوتی ہے:

۱۔ پہلی نعمت پر شکر اور جس قدر بھی نعمت ملے برابر شکر ادا کرتے رہنا۔

۲۔ پہلی مصیبت پر صبر اور جتنی بھی مصیبت آئے اس پر مستقل صبر کا مظاہرہ کرنا۔

بندے کو جب نعمت ملے تو پہلے ہی مرحلے میں وہ اللہ کا شکر ادا کرے، وہ قولی اور عملی دونوں شکر کا مظاہرہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا‘‘ (سبا: 13)’’اے آل داود عملی شکر کرو‘‘۔ شکر قولی یہ ہے کہ انسان زبان سے ذکر کرے اور رحمان کے احسان کا اظہار کرے اور عملی شکر یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کی خدمت کے لئے اس نعمت میں سے بھرپور فیاضی کا مظاہرہ کرے بلکہ اس کا فیض نباتات اور حیوانات کو بھی پہونچے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں، علم کی دولت، تجارت کی منفعت، کثرت اولاد، اور دوست واحباب کی جماعت، ہر چیز کو کام میں لاکر زمین کو آباد کرنے والا بن جائے اور ان کو اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اور بھی نوازے گا اور دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں اس کو کئی گنا اجر سے بھی نوازے گا۔ زندگی کے کسی بھی میدان میں آزمائش ہو سکتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ’’وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ

مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿البقرة:155﴾ ''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ان حالات میں جولوگ صبر کریں انہیں خوش خبری دے دو''۔ان صابرین کے لئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کے قول ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' ﴿البقرة:156﴾ (ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے ) پر یقین رکھتے ہیں، آزمائش بشارت بن جاتی ہے، اس لئے کہ کائنات اسی پروردگار کی ہے، سلطنت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے اور ساری بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں۔

خوشی اور غم ہر حال میں رضاعن اللہ کے مظاہرہ کے واقعات ہماری اسلامی تاریخ میں بھی اور موجودہ دور میں بھی بے شمار ہیں۔چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

1۔جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنا انعام فرمایا اور ان کے بھائی اور والدین ان کے پاس آگئے تو انہوں نے فوراً شکر کا مظاہرہ کیا۔انہوں نے کہا: ''رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿يوسف: 101﴾ ''اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہ تک پہونچنا سکھایا۔زمین وآسمان کے بنانے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے۔میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا''۔یہ قول وعمل ہر دو صورتوں سے شکر کی ادائیگی کی انتہائی عمدہ مثال ہے۔

2۔جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے عرش کو اپنے سامنے دیکھا تو ان کی زبان سے فوری یہ کلمات ادا ہوئے: ''هٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ'' ﴿النمل: 40﴾ ''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافرِ نعمت بن جاتا ہوں۔اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے''۔

3۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی سخت آزمائش کا تذکرہ کیا۔ان کی اپنے جسم، اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع ہر چیز میں آزمائش ہوئی، ان کے دشمن ان پر ہنستے رہے۔ان سب کے باوجود قرآن نے ان کے بارے میں یہ اعلان کیا: ''اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً ، نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ أَوَّابٌ'' ﴿سورہء ص: 44﴾ ''ہم نے اسے صابر پایا، بہترین بندہ، اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا''۔

4۔مجھے لکچر اور تربیتی کیمپ میں شرکت کے لئے کینیڈا کے شہر ٹورنٹو جانا ہوا۔اپنے سفر کے اختتام پر میں نے مسلم معاشرہ کے ان لوگوں کے بارے میں جاننا چاہا جو آزمائش میں مبتلا تھے۔مجھے بتایا گیا کہ ایک خاتون ہے۔وہ مسجد میں سب سے زیادہ متحرک رہتی تھی۔مسلم خواتین اور ان کے بچوں کے بارے میں وہ بہت زیادہ فکرمند رہتی تھی، بارہ سالوں تک اسے اولاد کی نعمت نصیب نہ ہوئی۔پھر اللہ نے اس کی دعا

سن لی اور اسے جڑواں اولاد نصیب ہوئی۔ ولادت کے بعد ہسپتال کی ایک خاتون اس کے پاس آئی اور اس نے بسم اللہ کہے بغیر کہا ''ایک ہی بار میں تمہیں دو بچے نصیب ہوئے ؟!'' ماں اسی وقت نابینا ہوگئی۔ میں نے اس خاتون کے شوہر سے رابطہ کر کے ان سے ملاقات کرنے، ان کوتسلی دینے اور ان کے لئے اس آزمائش پر دعاء کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب دیوان خانہ میں شوہر اپنی بیوی کے ہمراہ آیا تو میں اس کی تذکیر کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آزمائش پر صبر کرنے والوں اور اس کے فیصلے پر راضی رہنے والوں کو کس طرح ثوان اور انعام سے نوازتا ہے۔ اچانک اس خاتون نے مجھے اور میرے تمام ہی ساتھیوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے ہمیں ایک سبق دیا جو کہ رضا عن اللہ کی عظیم مثال ہے۔ اس نے کہا: ''محترم ڈاکٹر! میرے پاس دو آنکھیں تھیں، میرے رب نے مجھے اب چار آنکھیں دے دی ہیں''۔ یعنی اسے دو بیٹے نصیب ہوئے اسے وہ اس نظر سے دیکھ رہی تھی کہ اسے چار آنکھیں مل گئی ہیں۔ اور وہ اپنے رب کے فیصلہ پر اس طرح راضی تھی کہ اسے اپنی دونوں آنکھیں کھو جانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔ سخت آزمائش کے باوجود رضا عن اللہ کے مظاہرہ کا مجھے ایک بڑا سبق ملا۔ یہ آیتیں اور سورہء فجر کے آخر کی آیتیں: ''**يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً**'' **〈الفجر: 27,28〉** ''(دوسری طرف ارشاد ہوگا) اے نفس مطئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجامِ نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے''۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے اندر کیسے رضا عن اللہ پیدا ہو تا کہ ہم راضیۃً مرضیّۃً کے مقام کو پاسکیں۔ ہمارے شیخ ڈاکٹر عمر عبد الکافی نے پروگرام --**في رياض الجنّة**-- میں ابن عطاء سکندری سے نقل کیا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اگر کسی چیز سے محروم کرے تو یہ بھی ایک احسان ہے جیسے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کی گود سے محروم کیا پھر انہیں اجر اور غنیمت کے ساتھ ان کی مان کی طرف لوٹایا، اور مخلوق کی طرف سے کچھ ملنا ایک طرح کی محرومی ہے۔ جب وہ دیتا ہے تو وہ تمہیں عزت نفس سے محروم کرتا ہے''۔

انسان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ رضا، تفویض اور اللہ پر اعتماد اور توکل کو اپنا شعار بنائے تا کہ اسے بڑی رضا حاصل ہو۔ ابن قیّم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''جو اپنے آپ پر اعتماد کرتا ہے وہ تھک جاتا ہے، جو اپنے مال پر اعتماد کرتا ہے اس کا مال کم ہو جاتا ہے، جو کسی اور پر اعتماد کرتا ہے وہ رسوا ہوتا ہے اور جو اللہ پر اعتماد کرتا ہے وہ نہ تھکتا ہے اور نہ اس کا مال کم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ گمراہ ہوتا ہے''۔

## نواں منہج: یتیموں کی کفالت اور مال حرام سے اجتناب

رضا عن اللہ سے آگے بڑھتے ہوئے آیات ہمیں ایک دوسرے منہج کی طرف لے جاتی ہیں، وہ منہج ہے کہ مال کے ساتھ ہمارا رشتہ معاملہ کیسا ہو؟ یتیموں اور مسکینوں سے مال روکنے پر، اور اس بات پر کہ انسان اپنے قریبی لوگوں کا سارا مال سمیٹ لے اور میراث کے مال کو اس لئے سمیٹ کر کھائے کہ وہ مال کی محبت میں گرفتار رہے ، شدید تنبیہ کی گئی۔ اور اس طرح وہ مسلم جو قرآن کے سائے میں زندگی گزارتا ہے اپنی عقل سے اس بیان کردہ حقیقت پر تدبر کرتا ہے، اس کا دل اس سے متاثر ہوتا ہے، اور اس کے نفس کے اندر تبدیلی پیدا ہوتی ہے، مال کے اس حرص پر ان کے اندر کراہیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو کائنات کے سربراہ اور مال میں اللہ کے خلیفہ کو ایسے ذلیل، گھٹیا اور حقیر انسان میں تبدیل کر دیتا ہے جو مال کی چمک کے سامنے سب کچھ بھول جاتا ہے۔ بھوکے کلیجے اس کے دل کو نہیں گرماتے کہ وہ انفاق کرے، رشتہ داری اس کے جذبات کو متحرک نہیں کرتی کہ وہ کمزوروں کو ان کے حقوق ادا کرے۔

اس عظیم سورہ کی ان آیات میں مال سے متعلق دو باتوں کی تاکید کی گئی ہے:

1۔ میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھانے، یا بخل یا یتیم اور مسکین کی عزت افزائی میں کوتاہی سے روکا گیا ہے۔

2۔ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرنے، اور لوگوں کو یتیموں، مسکینوں کی کفالت پر ابھارنے اور اس کی ترغیب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس طرح وہ مسلم جس کے اندر قرآن کی آیات نے انقلاب پیدا کیا ہے نہ صرف فقیر، یتیم اور قریبی لوگوں کو دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے بلکہ وہ مسکین کو مادی اعتبار سے کھانا کھلانے اور یتیم کی مادی اور معنوی دونوں ہی پہلوؤں سے خبر گیری کے لئے دوسروں کو اکساتا ہے، وہ اپنے انفرادی کام کو اجتماعی شکل دیتا ہے ﴿**تحاضّون** ﴿ایک دوسرے کو اس کار خیر میں ابھارنا﴾: **الفجر**:18﴾ یعنی گروہ در گروہ لوگ ایک دوسرے کو اس کام کے لئے آمادہ کرتے ہیں کیونکہ غالب صورتِ حال یہی ہے کہ ایک غنی اور فیاض شخص دنیا کے سارے فقیروں اور یتیموں -- مسلم اور غیر مسلم -- سب کی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتا ہے، لھذا صرف عطاء کر دینے کافی نہیں ہے بلکہ اس کام کے لئے دوسروں کو آمادہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اجتماعی کوششوں سے حتی المقدور فقر اور مسکنت کا خاتمہ کیا جائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سورہ کی یہ آیات اور اس جیسے دوسرے نصوص انسان کے لئے اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ وہ یتیموں کی معنوی طور پر عزت افزائی کرے، مسکین کو مادی اعتبار سے کھانا کھلانے پر دوسروں کو اکسائے، یہ وہ شرعی ذمہ داری ہے جو اسے جہنم سے نجات دلا سکتی ہے۔ اس پر اللہ تعالی کے ارشادات شاہد ہیں:

1: ''**كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ**'' ﴿**الفجر**: 17﴾ ''ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے ہو''۔ اکرامِ یتیم میں مادی اور معنوی دونوں ہی پہلو شامل ہیں، وہ مادی کفالت کے ساتھ ساتھ تعلق اور محبت کا بھی محتاج ہوتا ہے۔ اگر میراث کی وجہ سے وہ مالدار بھی ہو تو وہ محبت، اپنائیت، اور ہمدردی کے پہلو سے محتاج ہوتا ہے۔ جدید تحقیقات اس کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ ڈاکٹر میسرۃ طاہر نے اپنے مقالہ: ''**جلودنا واللمس**'' (ہماری کھال اور لمس) میں بیان کیا ہے کہ: ''دوسری عالمی جنگ کے موقع پر جنگ میں یتیم ہونے والے بچوں کے لئے کچھ وارڈ مخصوص کئے گئے تھے۔ اس میں اس بات کا مشاہدہ کیا گیا کہ ایک وارڈ کے بچے نسبتاً زیادہ پر سکون اور مطمئن تھے

اور دوسرے وارڈ کے مقابلہ میں اس میں وفات کے شرح بھی کم تھی۔ وہ اپنی نرسوں کے ساتھ تعاون کرتے تھے، ان کی بات سنتے تھے، اور ان کے احکام اور مطالبات کو وہ پورے بھی کرتے تھے۔ ان تمام مشاہدات سے ایک طبیب کو بڑا تجسّس ہوا اور اس نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ: اس وارڈ کے بچّوں میں یہ اوصاف کیوں ہیں؟

اس نے اس وارڈ کا دوسروں سے موازنہ شروع کیا۔ اس نے دیکھا کہ ہر وارڈ کا کھانا تو ایک ہی جیسا ہے، طبّی نگہداشت بھی ایک ہی جیسی ہے۔ البتہ یہ وارڈ دوسروں سے صرف ایک معاملہ میں ممتاز تھا۔ ایک بوڑھی عورت ان کے قریب رہتی تھی، وہ روزانہ ان کے پاس جاتی تھی، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتی تھی اور ان کو اپنے سینے سے لگاتی تھی۔ اور بڑی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جو بچے اس لمس سے محروم تھے ان میں وفات، مرض، اور عقلی کمزوری کی شرح زیادہ تھی۔ سائن دانوں کا کہنا ہے کہ ہماری کھال میں تقریباً پانچ ملین عصبی خلیے ہیں جو اپنے وجود اور زندگی کی بقاء کے لئے لمس کے محتاج ہوتے ہیں۔ ہمارا اس بات پر اتفاق ہے کہ پانی، ہوا، اور غذا ہماری زندگی کے انتہائی اہم عناصر ہیں، اسی طرح ہم اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے اپنی کھال کے لئے لمس کے بھی محتاج ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ اپنی جلد کے لمس سے محروم ہو جاتے ہیں تو انہیں اس بات کیا احساس ہوتا ہے کہ ان کے اندر کسی چیز کی موت ہوگئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یہ بے معنیٰ نہیں تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ''۔ **﴿الترغیب والترھیب للمنذری، 3/316، اس کے رجال رجالِ صحیح ھیں﴾**۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لمس کے اندر کئی پیغام ہوتے ہیں، اس میں محبت اور مشارکت ہوتی ہے، اس میں مہربانی، اطمینان، مدد، اور حوصلہ افزائی تمام باتیں شامل ہوتی ہیں''۔

2۔ **''وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿الفجر: 18﴾** ''اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اکساتے ہو''۔ یہ آیت براہِ راست بھوکے فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانے پر ابھارتی ہے۔ اس کے بعد کی آیات میں جہنم اور عذاب کے بارے میں گفتگو ہے، ان آیات کا ربط اس بات کو موکّد کرتا ہے کہ یہ اکسانا ایک لازمی شرعی ذمہ داری ہے۔

3۔ **أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿الماعون: 1تا 7﴾** ''تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکّے دیتا ہے، اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔ پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں''۔ یہ آیات دلالت اور ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہیں کہ مسکین کو کھانا کھلانے پر نہ ابھارنا (العیاذ باللہ) عذاب اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ، مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ، خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ، ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ، ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ، وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ، فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ، وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ، لَّا يَأْكُلُهُ**

إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿الحاقّة: 25تا37﴾ ''اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا، اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا''۔ (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستّر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یارِ غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھووَن کے سوااِس کا کوئی کھانا، جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا''۔ یہ آیات بھی قطعی، اور واضح ہیں کہ اس سارے عذاب کی وجہ دو باتیں ہیں: پہلی اللہ پر ایمان نہ رکھان، دوسری: مسکین کو کھانا کھلانے پر نہ ابھارنا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان آیات کی دلالت اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ خدمتِ خلق، یتیموں کی کفالت، فقیروں اور محتاجوں کی دیکھ بھال، مریضوں، پریشان حالوں، اور زخمیوں کے علاج، اور گرفتارانِ بلا، قید و بند میں مبتلا، اور شہداء کے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے جمعیتوں کا قیام واجب ہے۔ کفالت ایسی بڑی ذمہ داری ہے اسے کسی فرد تک محدود نہیں کیا جا سکتا خواہ اس کا عطیہ کتنا ہی زیادہ ہو، بلکہ انفرادی عطیہ کے دو بڑے منفی پہلو ہیں:

1۔ تمام مسلم اور غیر مسلم فقیروں، یتیموں، اور مساکین کی ضروریات کے لئے یہ نا کافی ہوتا ہے۔

2۔ یہ مستقل نہیں ہوتا۔ اگر ایک یا چند اشخاص اپنے شہر میں بہت سے فقیروں اور محتاجوں کی کفالت کرتے ہیں تو ان تمام کی یا ان میں سے چند کی موت ان کے بعد پیچھے رہنے والے فقراء کے لئے بھی دھیرے دھیرے موت ثابت ہوتی ہے۔ ان فیاضوں کی میراث کی تقسیم کے بعد ان کے ورثاء میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے محدود حصہ میں سے خرچ کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے: ''إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ، وَلَا يَسْتَثْنُونَ '' ﴿القلم: 17تا18﴾ ''جب انہوں نے قسم کھائی کہ صبح سویرے ضرور اپنے باغ کے پھل توڑیں گے اور وہ کوئی استثناء نہیں کر رہے تھے''۔ اور ''فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ، فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ، أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿القلم:21تا24﴾ ''صبح ان لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل توڑنے ہیں تو سویرسویرے اپنی کھیتی کی طرف نکل چلو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں نہ آنے پائے''۔ یہ کہانی بتاتی ہے کہ باپ کی نیکی اور اس کے انفاق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی اولاد بھی اس کے بعد اس عطیہ کو جاری رکھے گی۔ اور شریعت اور عرف کے لحاظ سے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ لباس سے محروم جسم، بھوکے کلیجے اور بیمار تن کسی ایک شخص کی موت یا زندگی سے متعلق ہو کر رہ جائیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ ان کے لئے ایسا اجتماعی نظام بنایا جائے جو مستقل ہو اور برابر چلتا رہے۔ امّت کے مال میں اور مالداروں کے مال میں ان کا حق ان کے لئے محفوظ رکھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿المعارج: 24 تا 25﴾ ''جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے''۔ دوسری جگہ فرمایا: ''وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ'' ﴿الذاريات:19﴾ ''اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لئے''۔ یہ حق غیر

محدود ہے جو صرف دو ہی صورتوں میں رک سکتا ہے:

1۔مالدار کے پاس صرف اتنا رہ جائے کہ وہ اس کے اور ان لوگوں کے لئے ہی کافی ہو سکے جن کے نفقات اس کے اوپر لازم ہیں۔

2۔فقیر اور محتاج اس حد تک خوش حال ہو جائے کہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل خود کر سکے۔شرعی اصل یہ ہے کہ مالدار اپنے مال سے تنہا مزے نہ اڑاتا رہے بلکہ اس کے مال سے لازماً فقیر یا یتیم یا مسکین، یا محتاج کو اتنا ملنا چاہئے کہ اس کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکیں۔اس پر قرآن اور سنت کے ان نصوص نے زور دیا ہے۔اگر کسی کو اس کی صحت میں شک یا شبہہ ہو تو میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ دلائل ان لوگوں کے لئے بیان کیا ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ سے رضاعن اللہ کی حالت میں ملیں اور اپنے ان خزانوں کی وجہ سے وہ آگ میں نہ جلیں جس کو انہوں نے فقراء اور مساکین سے روک رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”**وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ** 〈التوبة:34تا35〉

”دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ایک دن آئے گا کہ اسی سونے، چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔۔۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو“۔

زائد مال کو ہر اس محتاج کے لئے خرچ کرنا واجب ہے جو فقر، بھوک اور مسکینی میں مبتلا ہو، اس کے اہم دلائل حسبِ ذیل ہیں:

1۔قرآن کریم میں 133 مقامات پر انفاق کرنے اور اس کے لئے ابھارنے کا حکم دیا گیا ہے اور بخل و حرص کی مذمت کی گئی ہے، ان میں سے مکی اور مدنی دونوں ہی سورتوں میں 33 مقامات پر زکاۃ کے بارے میں گفتگو کی گئی اور 100 بار عمومی طور پر انفاق کے بارے میں کہا گیا جو اس بات کو واجب کرتا ہے کہ عمومی اور خصوصی ضروریات کی تکمیل کے لئے مال خرچ کرنا ضروری ہے اور انفاق پر سو بار ابھارنا ایک بہت بڑی بات ہے۔

2۔قرآن کے بیان کے مطابق انفاق کا ایک بہت بڑا میدان ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل ہے کیونکہ 21 مقامات پر انفاق کے مصارف کا ذکر کرتے ہوئے اس پر ابھارا گیا ہے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے انفاق پر 14 مقامات پر ابھارا گیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ فقراء اور ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کے لئے ترغیب تعداد کے اعتبار سے جہاد کے لئے انفاق سے زیادہ بار آئی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مملکتوں، حکومتوں اور دولت مندوں کے لئے واجب ہے کہ وہ فوجی اخراجات میں اسراف اور اجتماعی اخراجات میں غفلت سے کام نہ لیں۔

3۔اپنے مطالعہ **سلطة وليّ الامر** (صاحبِ حکومت کا اختیار) میں ٹیکس پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے (ملاحظہ ہو ص 180 تا 221) قرآن و سنت سے اس بات کے تیس سے زائد دلائل پیش کئے ہیں کہ مال میں واجب انفاق کا دائرہ زکوۃ سے آگے دوسرے حقوق تک بھی پھیلا ہوا ہے تاکہ مسلم، غیر مسلم سب کی تمام ضروریات کی تکمیل ہو سکے۔اور ان دلائل نے میرے اندر اس بات کا

یقین پیدا کیا کہ مال میں واجب انفاق صرف زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ اتنا خرچ کرنا ضروری ہے جو دنیا کے تمام فقراء کو استغناء اور اکتفاء کے درجے تک پہونچا دے۔

4۔شرعی قواعد کی رو سے روئے زمین کے ہر محتاج کی مدد ضروری ہے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اور یہ قواعد ہیں ''**الضرر یزال**'' (تکلیف دور کی جائے گی)، ''**یتحمّل الضرر الخاص لأجل الضرر العامّ** (عمومی ضرر سے بچنے کے لئے محدود نقصان کو برداشت کیا جائے گا)، **الضرر الأشدّ یزال بالأخف** (شدید ضرر کو دور کرنے کے لئے ہلکے ضرر کو قبول کیا جائے گا)، **الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامّة کانت اوخاصّة**'' (بنیادی حاجت کی حیثیت ضروری امر کی سی ہے خوہ یہ عمومی ہو یا خصوصی)، **مالا یتمّ الواجب الّابه فهو واجب** (جس کام کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہے)، **الحاجیّ والتحسینیّ خادم للضروریّ**'' (حاجت اور تحسین سے متعلق امور ضروری امور کے تابع ہوتے ہیں)، **اختلال الضروریّ یخلّ بالحاجی و التحسینی** (ضروری امور میں خلل واقع ہو تو اس سے حاجت اور تحسین میں بھی خلل واقع ہوتا ہے)، اور **الشریکان فی عین مال اومنفعة اذا کانا محتاجین الیٰ دفع مضرة اور ابقاء منفعة أجبر أحدهما علیٰ موافقة الآخر** (کسی مال یا منفعت کے دو شرکاء کو اگر دفع مضرّت یا نفع کو باقی رکھنے کی حاجت ہو تو ان میں سے ایک کو دوسرے کی موافقت پر مجبور کیا جائے گا)۔ یہ شرعی قواعد جن کا تذکرہ سیوطی نے یا ابن نجیم نے **الاشباہ والنظائر** میں، یا شاطبی نے **الموافقات** میں یا ابن رجب نے **القواعد الفقهیة** میں کیا ہے، اس بات کو لازم قرار دیتے ہیں کہ ہمارے ان انسانی بھائیوں کی فوری مدد کی جائے جو سخت بھوک کی تکلیف، اذیت ناک مرض، المناک سردی، اور ہلاکت خیز گرمی کی تباہی جھیل رہے ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور کسی بھی جنس سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''**وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْناً وَّ يَتِيْماً وَّ أَسِيْراً % إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّ لَا شُكُوراً**'' ‹**الانسان: 8,9**› ''اور اللہ کی محبت میں وہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ''۔

5۔تمام ہی مکاتبِ فکر کے قدیم وجدید تمام ہی علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر پریشاب حال اور محتاج کے لئے زائد مال خرچ کرنا واجب ہے۔ قرطبی نے اپنی تفسیر (225/1) میں بیان کیا ہے کہ اس پر امت کے علماء کا اتفاق ہے اور کوئی بھی محقق فقہ حنفی کی کتابوں، سرخسی کی **المبسوط** (24-29) اور کاسانی کی **بدائع الصنائع** ‹6/188› میں یہ ملاحظہ کر سکتا ہے، فقہ مالکی کی کتابوں **موطّأ امام مالک**، (ص:171)، الباجی کی **المنتقیٰ** (6/39)، ابن مکی کی **القواعد**، اور شاطبی کی **الموافقات** (97/1) کی طرف رجوع ہو سکتا ہے، فقہ شافعی کی کتابوں، الجوینی کی **الغیاثی ‹فصل المشرفین علیٰ الضیاع›** (فقرات: 337 تا 342)، ماوردی کی **الاحکام السلطانی ۃ** (صفحہ 183)، نووی کی **المجموع** (32/9)، اور شیرازی کی **مغنی المحتاج** (308/4) میں دیکھ سکتا ہے، فقہ حنبلی کی کتابوں، فراء کی **الاحکام السلطانیة** (220)،

ابن قدامۃ کی **المغنی** ‹602/8› (343/11)، سے استفادہ کرسکتا ہے، اور مذہب ظاہری کے لئے ابن حزم کی **المحلّٰی** (158/8)، مذہب زیدیہ کی کتاب ابن مرتضیٰ کی **شرح الازھار** (554/2)، سے اسے جان سکتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان فقہاء میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے صراحت کے ساتھ اس طرح کی عبارت لکھی ہے کہ بھوکوں، مریضوں اور ضرورت مندوں کا یہ حق ہے کہ زائد مال کو خرچ کرانے اور خرچ میں عدل برقرار رکھنے کے لئے وہ ان لوگوں سے جنگ کریں جنہوں نے ان کو ان کے حق سے محروم کررکھا ہے۔ ابن حزم نے کہا: ''جو پیاسا ہو اور اسے موت کا ڈر ہو تو اس کے لئے یہ فرض ہے کہ وہ جہاں سے بھی پانی پائے اسے حاصل کرے اور اس کے لئے جنگ کرنی پڑے تو جنگ بھی کرے''۔ انہوں نے یہ بھی کہا: ''فقہاء نے پیاس کی وجہ سے موت کا خوف ہو تو پانی کے لئے قتال کو مباح قرار دیا ہے اور بھوک اور لباس سے محرومی کی وجہ سے موت سے بچنے کے لئے قتال سے انہوں نے منع کیا ہے، حالانکہ ان دونوں صورتوں میں آخر کیا فرق ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اجماع، قرآن، سنت اور قیاس کے خلاف ہے''۔ **‹المحلّٰی:159/6›**۔

اس کی طرف ہمارے شیخ القرضاوی نے اپنے پروگرام **''الشریعۃ والحیاۃ''** میں اشارہ کیا ہے جو کہ الجزیرۃ چینل سے بھوکوں کے حقوق سے متعلق ایک خاص سیشن میں یکم اپریل 2006ء کو نشر ہوا تھا۔

6۔ بہت سے فقہاء امت نے ایسی صریح عبارتیں لکھی ہیں جو امت کے افراد کو اس بات کا پابند بناتی ہیں کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے اپنی ذمہ داری ادا کریں خواہ اس کے لئے زکوۃ سے زائد ہی خرچ کرنا پڑے۔ جیسے:

الف): بخاری کی حدیث جو انہوں نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمر ۔ **رضی اللہ عنہما**۔ سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابن حزم نے کہا ہے کہ: جس شخص کے پاس فراخی ہو اور وہ مسلمان اپنے بھائی کو بھوکا اور ننگا دیکھے پھر اس کی مدد نہ کرے تو یقیناً وہ بے رحم ہے **‹المحلّٰی: 157/6›**، انہوں نے مزید کہا: کسی بھی مضطرّ مسلم کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلم یا کسی ذمی کے پاس فاضل کھانا ہوتے ہوئے وہ مردار یا خنزیر کا گوشت کھائے کیونکہ کھانا رکھنے والے شخص کے لئے یہ فرض ہے کہ وہ بھوکے کو کھلائے اگر وہ ایسا کرے گا تو بھوکے کے لئے مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے کی اضطراری کیفیت پیدا نہ ہوگی، اسے اس بات کا حق ہے کہ وہ اس کے لئے قِتال کرے، اگر وہ قتل کیا جائے تو اس کے قاتل کے اوپر قصاص ہے اور اگر کھانے سے محروم رکھنے والا قتل کیا گیا تو وہ اللہ کی لعنت کا سزاوار ہے کیونکہ اس نے اسے اس کے حق سے محروم رکھا تھا اس لئے وہ باغی گروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **''فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ'' ‹الحجرات: 9›** ''پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے''۔ حقدار بھائی کو حق سے روکنے والا اپنے بھائی کے حق میں ظالم ہے، اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ سے جنگ کی تھی اور توفیق دینے والا اللہ ہی ہے'' **‹المحلّٰی:169/6›**۔

ب): ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں (316/3) میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اگر مجھے لوگوں کے لئے

اتنا مال نہ ملے جوان کے لئے کافی ہو اور میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو کہ میں ہر گھر میں داخل ہوں تاکہ وہ اپنی نصف خوراک لوگوں میں تقسیم کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں حیا دے دے تو میں ایسا کروں گا کیونکہ لوگ نصف پیٹ کھانے سے ہلاک نہیں ہو جائیں گے۔

ج): ماوردی نے احکام سلطانیہ (183) میں بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کے اوپر ایک ایسے شخص کی دیت لازم کی جو پیاس کی وجہ سے مر گیا تھا کیونکہ اس نے ان سے ان کے زائد پانی میں سے کچھ طلب کیا تھا اور ان لوگوں نے اسے نہیں دیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

د): الھندی نے **کنز العمّال** (نمبر:15823) میں ابن اور ابن حزم نے المحلّیٰ (158/6) میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے فقراء کے لئے مالداروں کے مال میں اتنا فرض کیا ہے جوان کے لئے کافی ہو جائے۔ اگر وہ ان کو نہ دیں یہاں تک کہ وہ بھوکے رہیں یا تکلیف میں رہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے سخت محاسبہ کرے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔

ہ): الجوینی اپنی کتاب **الغیاثی** (ف:339) میں کہتے ہیں: اگر کسی ایک فقیر کی موت ہو جائے اور مالداروں کو اس کے بارے میں معلوم ہو تو وہ تمام اس پر گناہ گار ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں: اگر مالداروں کے درمیان کسی فقیر کی موت ہو جائے اور ان کو اس کی ضروریات کے بارے میں معلوم ہو تو شروع سے آخر تک تمام ہی مالدار اس پر گناہ گار ہوں گے اور قیامت کے دن ان سے اللہ وصول کرے گا اور ان سے حساب لے گا۔

و): ابن تغری نے **النجوم الزاهرة** (97/72) اور ابن کثیر نے **البداية والنهاية** (215/13) میں عز بن عبد السلام کا یہ اعلان نقل کیا ہے کہ اگر دشمن سرزمینِ اسلام پر دستک دینے لگے تو مسلمانوں پر ان سے قتال کرنا ضروری ہے اور ان کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر اس مال کو حاصل کریں جوان کے جہاد میں معاون ہو۔ انہوں نے اس بات کا بھی اشارہ کیا کہ امراء کے نزدیک جو کچھ بھی سونے کے سامان اور آلاتِ فاخرہ ہوں ان کو فروخت کرنا ضروری ہے تاکہ وہ جہاد میں مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔

ز): معاصر علماء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ محتاجوں کے لئے مال خرچ کرنا ضروری ہے، خواہ زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے یا اس سے زائد رقم۔ ملاحظہ ہو شیخ بہی الخولی کی **فی ظلال الاسلام** (193)، ڈاکٹر عبد السلام عبادی کی کتاب "**الملكية فى الشريعة الاسلامية**" (ص 278/2)، میرے استاد ڈاکٹر بلتاجی۔۔ رحمہ اللہ۔۔ کی کتاب **الملكية الفردية فى النظام الاقتصادى الاسلامى** (ص 259)، ڈاکٹر یوسف ابراہیم یوسف کی کتاب **النفقات العامة فى الاسلام** (ص 112)، اور ہمارے استاد شیخ القرضاوی کی کتاب **فقه الزكوٰة**۔

یہ وہ دلائل ہیں جو میرے نزدیک دو باتوں کو موکد کرتے ہیں:

1۔ زکوۃ کے مال سے اور اگر یہ ناکافی ہو تو اصل مال سے فقیروں اور محتاجوں کی ضروریات کی تکمیل واجب ہے۔

2۔ کسی بھی مسلم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف عطا کرنے پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اس کے اوپر اس سے بھی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ

فقیروں اورمحتاجوں کوکھانا کھلانے اوران کی کفالت کرنے کے لئے لوگوں کوابھارے اورترغیب دے،اس کے لئے وہ ایسے ادارے قائم کرے جومستقل فقراء کی ضروریات کی تکمیل کانظم کرتے رہیں۔

آج وقت کی ضرورت بھی ہے کہ لازماً یتیموں کے اکرام اورمسکینوں کوکھانا کھلانے کے لئے لوگوں کوابھارا جائے اورترغیب دی جائے۔ مثلاً:

1۔الجزیرۃ چینل کے پہلے صفحہ (۱۱/۴/۱۴۳۰ھ، بمطابق 7.4.2009) میں یہ بات آئی کہ غذاوں سے متعلق اقوام متحدہ کے تجربہ کار رپورٹراولفردی شاتر نے مورخہ ۲۰۰۹/۴/۶ء کونیویارک میں منعقدہ اقوام متحدہ کے عمومی اجلاس میں اعلان کیا کہ ''دنیا کے ایک بلین سے زائد انسان بھوک کی انتہائی تکلیف سے دوچار ہیں، اور بھوکوں کی تعداد میں مستقل اضافہ ہورہاہے، اور ہرچھ سکنڈ میں نقص تغذیہ کی بناء پر دنیا میں ایک بچہ کی موت واقع ہوتی ہے''۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ ''بھوک کے ذمہ دار بنیادی عوامل یہ ہیں: لوگوں کو حاشیہ پر رکھا گیا، وہ فقر میں مبتلا ہوئے، زمین کی ملکیت سے محروم کئے گئے اور انہیں باعزت ملازمت روزگار نہ آسکا، ان کے علاوہ وہ ساختیاتی اسباب بھی ہیں جن کا تعلق اس عالمی تجارتی نظام کے سیلاب سے ہے جس نے بین الاقوامی اور ملکی دونوں ہی سطحوں پر گزشتہ تین دہائیوں میں زرعی شعبہ کی سرمایہ کاری کوانتہائی کم کردیاہے''۔

( http://www.aljazeera.net/NR/exeres/63DB4B3C-124D-478C-94D5-B0A9A25A61FD.htm)

اور میں سمجھتا ہوں کہ ان بنیادی اسباب میں سے وہ بلینوں کی رقم بھی ہے جوان فقراء کے حقوق سے چھینے گئے، لوٹے گئے، یا غصب کئے گئے۔

2۔۲۰۰۸ء میں دنیا میں فقر کے تناسب کے سلسلہ میں حیرت ناک قسم کی رپورٹیں آئی تھیں۔''فقر کے تلخ حقائق'' کے موضوع سے شائع ہونے والے ایک مقالہ سے چند باتیں پیش کی جاتی ہیں:

(http://www.worldvision.ca/GetInvolved/Youth-Action-Zone/Pages/hard-facts-on-poverty.aspx)

-- دنیا میں جولوگ برابر بھوک کی مار برداشت کررہے ہیں ان کی تعداد 963 ملین ہے۔

-- فقر کی وجہ سے موت سے دوچار ہونے والے بچوں کی تعداد یومیہ تین لاکھ ہے۔

-- دنیا میں جن لوگوں کوصاف پانی میسّر نہیں ہے ان کی تعداد 1.1 بلین ہے۔

-- گندے پانی کی مرنے والوں کی تعداد سالانہ 5 لاکھ ہے، ان میں 1.8 لاکھ بچے ہوتے ہیں۔

3۔2008ء کے اعداد وشمار کے مطابق ترقی پذیر مما لک میں 1.4 بلین افراد (پوری دنیا میں ہر چار افراد میں سے ایک) ایسے تھے جن کی یومیہ اوسطاً آمدنی 1.25 ڈالر سے کم تھی۔

(http://web.worldbank.org/WBSITE/EXTERNAL/TOPICS/EXTPOVERTY/EXTPA/0,,contentMDK:20153855~menuPK:435040~pagePK:148956~piPK:216618~theSitePK:430367,00.html)

4۔یونیسیف کے جدید اعداد وشمار کے مطابق پوری دنیا میں یتیموں کی تعداد 143 ملین سے 210 ملین کے درمیان ہے، روزانہ اس تعداد میں 5760 یتیموں کی تعداد کا اضافہ ہوتا ہے۔ صرف افریقہ میں سالانہ 2,102,400 بچے یتیم ہوتے ہیں۔ایڈز کی وجہ سے

افریقہ میں ہر 15 سکنڈ میں ایک بچہ یتیم ہوتا ہے۔

(UNICEF's Childhood Under Threat: the State of the World's Children, 2005 ; www.unicef.org/uniteforchildren)

5۔کویت کے مجلّہ **المجتمع** (شمارہ نمبر 1846،مورنہ 6 تا 12 ربیع الآخر، 1430ھ، بمطابق 4 تا 10 اپریل 2009ء صفحہ 12 و 13) کے مطابق پانچ بین الاقوامی تنظیموں نے ،جن میں یونیسیف بھی شامل ہے یہ بتایا ہے کہ: امریکی قبضہ،اندرونی تشدد،اور مذہبی استحصال نے 2007ء تک 8 لاکھ لوگوں کو یتیم ، بے گھر،اور بیوہ بنادیا۔ رپورٹ کے مطابق یتیم بچوں کی تعداد پانچ بلین سات لاکھ اور بیواوں کی تعداد تین ملین تھی۔حکومت صرف 83000 بیواوں کی کفالت کرتی ہے۔ان بیواوں کوتحفظ کے لئے وظیفہ کے طور پر ماہانہ 50 ڈالرملتا ہے۔یعنی ہر بچے کے لئے ماہانہ 12 ڈالر کے تناسب سے۔رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ان بیواوں میں سے بیشتر وہ ہیں جوسڑکوں پر بھیک مانگتی ہیں اور ان یتیم بچوں میں سے اکثر بے گھر ہیں،ان کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، یہ کچروں کے ڈبوں میں روٹیوں کے ٹکڑے تلاش کرتے ہیں“۔

ان شرعی دلائل اورواقعاتی صورتِ حال کی بنیاد پر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ایسی جمعیتوں اوراداروں کا قیام ضروری ہے جومسکینوں کوکھانا کھلانے پر ابھاریں تا کہ ہمارے اندر پہلے انسانیت پیدا ہو، ہم فقیروں ،یتیموں ،اورمحتاجوں میں سے جو بھوک کا کرب جھیل رہے ہیں ان کے درد کومحسوس کرسکیں اور جہنم کے گڑھے کے دردناک عذاب اور سخت گرفت سے نجات پاسکیں۔اگر ہم اس ذمہ داری کوادا کریں گےتو ہوسکتا ہے کہ روزِ قیامت ہمیں یہ مژدہ سنایا جائے: ”**يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ** “”اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہے اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے،شامل ہوجا میرے بندوں میں اورداخل ہوجا میری جنت میں“۔

## دسواں منہج: وعدہ کے دن سے پہلے اس کے لیے تیاری: ﴿يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾

سورہ کا اختتام اس منظر سے ہوتا ہے جس میں جس میں اللہ کے عذاب سے تخویف اور اللہ کی رضا اور جنت کی ترغیب ہے۔ جس وقت ایمان سے معمور دل کے ساتھ مومن دیکھے گا: کیسے اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے سارے ریزوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح چور چور کر دیا ہے، ہمارے رب کا فیصلہ آ گیا ہے، اور فرشتے قطار اندر قطار کھڑے ہیں، مخلوق کے سامنے جہنم لائی جائے گی، اس وقت ساری اینٹھن ختم ہو جائے گی، لوگ حسرت کا اظہار کریں گے، پرانی یادیں لوٹ آئیں گی اور فسق، فجور اور بے ہودگی میں مبتلا شخص اس وقت کہے گا: **يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿الفجر:24﴾** ''کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا''۔ وہ نادم ہو گا لیکن ندامت کا وقت تو نکل چکا۔ وہ چھٹکارہ چاہے گا لیکن اس کے لئے بچنے کی کوئی راہ نہ ہو گی۔ وہ اپنے سامنے نار جہنم کے سوا اور کچھ نہ دیکھے گا، اللہ کے فرشتے اسے دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف لے جائیں گے، جہنم کے کتے اسے نوچیں گے۔ اور اسے محسوس ہو گا کہ اس نے فانی زندگی میں جو لطف بھی اٹھایا تھا اس کا مزہ تو جہنم کے ایک ہی پل کے عذاب میں ختم ہو گیا۔ اس لرزہ خیز، پر ہول منظر کے درمیان انسان کو رحمت، شفقت، محبت، اور چاہت بھری اونچی آواز سنائی دے گی۔ وہ آواز اس سے کہے گی آگے آؤ، ڈرو نہیں، تم تو محفوظ ہو، میں تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دوں گا، میں تمہارے درجات بلند کروں گا، اور تمہیں بلند و بالا جنت میں رہنے کو جگہ دوں گا۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے دلوں کے لئے یہ کلمات حیات بخش پیغام لائیں گے'' **يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿الفجر: 27تا 30﴾** ''(ارشاد ہو گا) اے نفسِ مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے رب انجامِ نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں''۔ پاکیزہ دل، ہوش مند عقل اور پختہ ارادے والے مسلم مرد اور مسلم عورتیں ہمیشگی کی جنت کا راستہ تلاش کریں گے۔ اس وقت اس سورہ کے ابتدائی اجزاء کی پکار وہ سنیں گے ''**وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ**'' **﴿والفجر: 1تا4﴾**۔ ''قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جب کہ وہ رخصت ہو رہی ہو''۔ تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنے راستہ کی ابتداء نمازِ فجر، قیامِ لیل، ضبطِ شہوات، ظلم وطغیان کا مقابلہ، لٹانے اور سمیٹنے، وسعت اور قلّت، مالِ حرام کی طلب سے اجتناب، خیر اور انفاق میں سبقت، اور لوگوں کو انفاق کی ترغیب جیسے جملہ امور میں رضا باللہ اور رضا عن اللہ کے حصول کے ذریعہ کرے، تاکہ خیر کے کام اور دوسروں کو منفعت پہونچانا انفرادی کوششوں سے آگے بڑھ کر اجتماعی نظام کی شکل اختیار کرے، اور یہ روزِ قیامت کے لئے بہترین تیاری ثابت ہو۔

روزِ آخرت کی تیار کے لئے مددگار کچھ عملی طریقے اس طرح ہیں:

1۔ موت، اس کے سکرات، اس کا ناگہانی آنا، موت کے بعد کے نتائج، دو گز کفن، قبر اور اس کی تاریکی، دونوں فرشتوں کے سوالات اور ان کی باریکیاں، میدانِ حشر اور اس کی سختی، نشر اور حیرت، پیشی اور ہیبت، پل صراط اور اس کی باریکی، جہنم اور اس کی آگ کی لپٹ، اس کی گرمی، اس کے شعلے، اس میں ملنے والے زقوم، اور غسلین، اس کی بیڑیاں اور طوق، اس میں ملنے والا کھولتا پانی، اس کی ظلمت اور تاریکی، اور جہنمیوں کی حسرت اور ندامت وغیرہ تمام باتوں کو یاد رکھنا۔ پھر ہم جنت، اس کے قریب آنے، اس میں ملنے والے ٹھنڈے اور خوش

گوار مشروب، اس کے اطرف کی کشادگی، اس کے مقام کی رفعت اور بلندی، اس کے جھکے ہوئے پھلوں، اس کے مزیدار اور لذیذ کھانوں اس کے کشادہ اور نرم بستر، اس کی خوبصورت، اور دلکش حوروں، وہاں کی زبردست ضیافت، اس کی تیز، پھیلی ہوئی روشنی، اور اس کی پاکیزہ نورانی مجلسوں کو یاد کریں۔

2۔ دل کی حفاظت، اس کو صاف اور شفاف رکھنے، زندگی کے فتنوں سے اس میں لگنے والے زنگ کو دور کرنے کے لئے روزانہ پابندی کے ساتھ قرآنی ورد کا اہتمام جیسا کہ ابن عمر۔ **رضی اللہ عنہما** ۔ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دل اسی طرح زنگ آلود ہوتا ہے جس طرح لوہے کو پانی لگ جائے تو وہ زنگ آلود ہوتا ہے۔ پوچھا گیا: اس کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا، اور قرآن کی تلاوت"۔ ﴿**جامع المسانید والمراسیل، الاکمال من الجامع الکبیر، 179/3**﴾۔ جو شخص پانے دل میں غفلت یا قساوت کی کیفیت پائے اس کے لئے مستحسن یہ ہے کہ وہ اپنے یومیہ ورد میں ان آیات کو اپنے عقل و دل میں بسالے جو موت، بعث بعد الموت، نشور، قیامت کے دن کی ہولناکی، اور جہنم کے عذاب کی شدت اور جنت کی نعمت کی فراوانی کا تذکرہ کرتی ہوں۔ اور اس طرح وہ اپنی فطرت اور پاکیزگی کی حفاظت کرے۔

3۔ اس حدیث کو یاد رکھیں جس کی مسلم نے اپنی سند سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت تلخ چیزوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم مرغوب چیزوں سے گھری ہوئی ہے" (**صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، 138/17**) تاکہ اس سے انسان کو خیر کے کاموں اور حلال حدود سے زیادہ نفس کی شہوات اور ترغیبات سے لڑنے کا حوصلہ ملے۔

4۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مستقل احادیث رقاق اور رقائق، اسی طرح آخرت کے سوا کوئی زندگی حقیقی زندگی نہیں، اور خوف اور امید سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیا جائے تاکہ نفس متاعِ دنیا کی طرف مائل ہونے کے بجائے اللہ سے ملاقات کی تیاری کی طرف متوجہ ہو۔

۵۔ اس کائنات کی ہر چیز کے اندر واقع ہونے والی تبدیلیوں پر مسلسل غور و فکر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا** ﴿**الكهف:45**﴾ "اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو، پھر اس کے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں، پھر وہ اس طرح ریزہ ریزہ ہوجائے کہ اس کو ہوا اڑاتی پھرتی ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے"۔ ہر دن کے پیچھے رات ہے، اور صحت کے ساتھ امراض کا سلسلہ بھی لگا ہوا ہے، جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے، اور ہر سبز پتہ خزاں رسیدہ ہوکر اپنے انجام کو پہونچ جاتا ہے۔ سیرابی دائمی نہیں ہوتی، اس کے بعد پیاس ضرور آتی ہے۔ شکم سیر فرد کو بھی بھوک ستاتی ہے، اسی طرح ہر زندگی کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ**" ﴿**الرحمان: 26تا27**﴾ "ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہوجانے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے"۔

6۔ہم اس بات کے لئے کوشاں رہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی فانی زیب وزینت کا سامان ہے اسے باقی رہنے والی قدر میں تبدیل کریں۔جسم بوسیدہ ہوجائیں گے،شہید کے جسم کے سوا سارے جسم کیڑوں کی خوراک بن جائیں گے۔لہٰذا ہونا یہ چاہئے کہ شہادت ہماری زندگی کی ایک زندہ،اور بے تاب آرزو بن جائے۔ ہمارا مال تو صرف وہ ہے جو ہم نے کھایا اور ختم کردیا،یا پہنا اور بوسیدہ کردیا یا ہم نے صدقہ کیا اور اسے محفوظ کرلیا۔علم کی آفت ترکِ عمل ہے۔اگر علم کے ساتھ عمل اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا سلسلہ بھی شامل ہوجائے تو زمان ومکان کے فاصلوں کے باوجود اس علم کو نئی زندگی ملتی رہے گی،اس کے اثرات باقی رہیں گے اور انسان کی وفات کے بعد بھی اس کا خیر بڑھتا رہے گا۔ یہ گھر، یہ محلّات آبادی سے ویرانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں،صرف وہ گھر مستثنیٰ ہیں جن میں اس پر عمل ہوتا ہو: **''وَاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً''** ﴿**یونس: 87**﴾ ''اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھہرالو''۔اس گھر کے لوگ،ان کے دوست اور رشتہ دار اس میں جمع ہوتے ہیں اور اسے اللہ کی رضا کے لئے اذکار،قرآن،علم،دعوتِ دین،نیکی،اور تعلق باہمی سے آباد رکھتے ہیں۔ یہ گھر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دینے والے ہوں گے۔اسی طرح زمین میں سفر،اور چلنا پھرنا انسانی زندگی کو فنا کی منزل کی طرف لے جاتا ہے الاّ یہ کہ وہ چلنا پھرنا اللہ کے اس قول کے مطابق ہو: **''وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ''** ﴿**الزخرف: 28**﴾ ''اور اپنے پیچھے یہی کلمہ اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں''۔وہ روئے زمین کے ہر خطہ میں خیر کے مظاہر،ہر چہرہ پر خوشی کی مسکان اور ہر گوشہ میں روشنی کی لہر چھوڑ جاتا ہے تاکہ یہ سب اس کے لئے صدقہ ء جاریہ بنیں اور قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں۔ ہماری گاڑیاں،ہماری سواریاں سب ختم ہوجائیں گی یا ہمارے فنا کا ذریعہ بن جائیں گی،ہاں لیکن اگر وہ ہمیں اللہ کے گھر کی طرف، اللہ کے بندوں کی مدد،صلہ رحمی،رشتہ داروں،گھر والوں،اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے لئے لے کر جائیں تو یہ اللہ کے پاس محفوظ رہے گا۔ہماری سواریاں علم اور ذکر کے حلقوں اور کسی بھی مقام پر ہونے والے خیر کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہمیں لے کر نکلیں تو یہ بھی رائیگاں نہ جائے گا۔

7۔جو شخص بھی کسی قولی تشریح کے بغیر عملی تیاری کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ ان اخلاقی قدروں کے پابندی کے لئے مجاہدہ کرے جو نبی کریم ﷺ کے متبرک اور بافیض فرمان میں آئے ہیں،جس کی روایت امام احمد نے اپنی سند سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھے اپنی طرف سے چھ باتوں کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں گا: جب تم بات کرو تو سچ بولو،جب تم وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو،جب کوئی امانت تمہیں دی جائے تو وہ صاحبِ امانت کو ادا کرو،اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو،اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھو'' ﴿**مسند احمد،21695/5** ﴾۔

8۔بہت سی دوسری احادیث بھی ہیں،گو کہ ان کی سند ضعیف ہے کیونکہ وہ مرسل ہیں لیکن متن میں جو باتیں کہی گئی ہیں ان کے اوپر عمل کے وجوب یا استحباب کے سلسلہ میں صریح صحیح نصوص موجود ہیں جیسے کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں بیان کیا ہے جس کی تخریج حافظ عراقی نے کی ہے (ص 466/1) کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''جب تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اس کے لئے تیاری کرتے ہو؟،انہوں نے جواب دیا: جی ہاں،آپ ﷺ نے فرمایا: پھر قیامت کے راستے کے سفر کے بارے میں کیا خیال

ہے، اے ابوذر کیا میں تم کو وہ بات نہ بتاؤں جو اس دن تمہارے لئے فائدہ مند ہوگی؟ انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے اٹھائے جانے دن کے دن کی سختی سے بچنے کے لئے سخت گرمی کے دن میں روزہ رکھو، قبر کی وحشت سے بچنے کے لئے رات کی تاریکی میں دو رکعتیں ادا کرو، اور عظیم امور کے خاطر حج کرو، مسکین کے اوپر صدقہ کرو، اور اگر کہو تو حق بات کہو یا خاموش رہو"۔ کیا اس طرح کی احادیث میں کوئی غموض ہے کہ ان واجبات اور عملی تربیتی مستحبات کے لئے اٹھ کھڑے ہونے سے عقل، دل، اور جسم عاجز رہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ کی تصدیق کریں اور اس کی طرف جانے کی تیاری کریں۔

9۔ ہمیشہ آپ اس حدیث کو یاد رکھیں جسے منذری نے حاکم سے صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ ابن عبّاس رضی اللہ عنھما نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو اپنے فقر سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے" **(الترغيب والرهيب، للمنذري، كتاب التوبة والزهد، باب الترغيب فی ذکر الموت وقصر الأمل والمبادرة بالعمل،** 125/4, حاکم نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ ان دونوں کی شرطوں کے مطابق صحیح ہے )۔ اس سے دل میں محرومی کا خوف پیدا ہوگا، یہ اندیشہ کہ جوانی، صحت و عافیت، مال اور فرصت بلکہ پوری زندگی ہی فنا ہو جائے گی، انسان کو اس بات کے لئے تیار کرتا ہے کہ وہ باقی رہنے والی آخرت کے لئے آگے بھیجے، اس آخرت کے لئے جسے فنا نہیں ہے، جس کے لئے کئے گئے کام میں برکت ہوتی ہے، کمی نہیں ہوتی، جس میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے، کمی نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو وہ تجارت ہے جو اللہ کے ساتھ ہوتی ہے اور اس تجارت میں کبھی بھی کوئی خسارہ نہیں ہے.....۔

سورہء فجر کی اختتامی آیات ہمیں پکارتی ہیں کہ کیا ہے کوئی لبیک کہنے والا؟ وہ جنت ہے اللہ کا بیش بہا سامان... یہ اللہ کی رضا ہے، اس کا بھرپور عطیہ: **"رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً" (الكهف:10)** "اے پروردگار ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کردے"۔ اور ہمیں اپنی نگاہِ کرم فرما تا کہ ہم تیری رضا اور جنت کے مستحق ہو سکیں۔

## گیارہوں منہج: احکامِ تجوید الفاظ کو معانی سے مالا مال کرتے ہیں۔

جب میں احکامِ تجوید کی پابندی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں تو بہت سے معانی میرے ذہن میں ابھرتے ہیں اور مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہر حرف، ہر نغمہ، ہر قلقلہ یا ہر مد کے ساتھ معانی کی ایک دنیا ہے بلکہ کبھی کبھی زیر و زبر کے اندر بھی مجھے نئے معانی نظر آتے ہیں۔ میرا یہ استنباط ہوسکتا ہے صحیح ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ صحیح نہ ہو لیکن اگر صحیح فطرت، بہترین لغوی حِسّ اور قرآنی پیغام کا شعور اگر اس سے ہم آہنگ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے۔

حروف، کلمات اور آیات کے سیاق سے جن معانی کا استنباط ممکن ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(1)۔ لفظ **وَالْفَجْرِ** میں مد نہیں ہے کیونکہ اس کا وقت محدود ہے بلکہ اس کا وقت سب سے کم ہوتا ہے لیکن **وَلَيَالٍ** میں مد ہے کیونکہ یہ رات کا مجموعہ ہے۔ اور فطری طور پر رات فجر کے وقت کے مقابلہ میں طویل ہوتی ہے۔ سب سے طویل وقت عشاء کا ہوتا ہے۔ مد کے ذریعہ آپ یہ جان سکتے ہیں کہ اس کا وقت مغرب اور فجر سے طویل ہے، ان دونوں (مغرب، فجر) میں مد نہیں ہے جیسے کہ **الارض** (زمین) میں مد نہیں ہے لیکن **السماء** (آسمان) اور **الماء** (پانی) میں مد ہے کیونکہ پانی کا حجم زمین میں 4/5 (پانچ میں سے چار حصے) ہے۔ اور زمین کے مقابلے میں آسمان کا طول و عرض اور اس کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

(2)۔ ابتدائی آیات کے آخر میں ہر لفظ کا آخری حرف مکسور ہے اور اور اس سے پہلے کا حرف مد سے خالی ہے: ﴿**والفجرِ، عشرِ، یسرِ، حجرِ**﴾، اس کے بعد جب سرکش امتوں کا تذکرہ ہوا تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں بھی آخر کے تمام حروف مکسور ہیں ﴿**بعادِ، العمادِ، البلادِ، بالوادِ، الاوتادِ، الفسادَ، عذابٍ، لبألمرصادِ**﴾ لیکن ہر کلمہ میں سکون کی وجہ سے مدّ عارض ہے تاکہ اس سے فرار، اور استکبار کی حالت اور نوعیت ظاہر ہو اور عمل کی نوعیت کے مطابق ان کی جزاء بیان کی گئی۔ ﴿**عــــــــذابٍ**﴾ اور ﴿**لبـالـمرصـاد**﴾ میں سکون کی وجہ سے مد عارض ہے، ساتھ ہی راء اور صاد میں تفخیم ہے تاکہ عذاب کی قوت، شدت اور اس کی ہولنا کی ظاہر ہو۔

(3)۔ **الیتیم اور المسکین** ۔ سورہ میں یہ دو منفرد الفاظ ہیں جو کسرہ طویلہ (یعنی یاء کے ذریعہ مدّ) پر ختم ہوتے ہیں اس کے بعد یتیم میں حرف میم ہے اور مسکین میں حرف نون ہے۔ یہ دونوں حروف حروفِ لین ہیں۔ اس سے یتیمی، فقر اور ضرورت مندی کی بناء پر پریشان حالی اور انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔

(4) ۔ **أكلاً لـمّاً** ۔ دونوں الفاظ کے آخر کے دونوں زبر اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ بہت سارے لوگ مال کی بے انتہاء محبت کی بناء پر نفسانیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کو آیت نے ایک زبر سے نہیں بلکہ دو زبر سے ظاہر کیا۔ ساتھ ہی اس میں الف مد ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے اندر مال کی محبت اس قدر بیٹھ گئی ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور **لـمّاً** اور **جـمّاً** کے دونوں الفاظ غنہ کے ساتھ ہیں جو ان کی اس حالت کو ظاہر کرتے ہیں کہ مال کو جمع کرنے کی ان کی یہ محبت اور ان کی بے چینی ان کے لئے ایک قسم کے لطف و سکون اور سرشاری کا ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ سورہ جب "**دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا**" پر پہونچتی ہے تو اس میں دال اور کاف کا

استعمال ہوا ہے جو کہ انفجاری حروف ہیں، یہ اس بات کو بتاتے ہیں کہ ایک اضطراب اور زبردست بھونچال کی کیفیت ہوگی جس کو بیان کرنے کے لئے دال اور کاف کے حروف استعمال کئے گئے ہیں۔ حرف کاف کا تین بار مشدّد شکل میں استعمال اور حرف دال کی تکرار بتاتی ہے کہ زمین کے اندر اس وقت لامحدود حرکت ہوگی جو زمین کے ہر طرح کے استقرار کو ہلا کر رکھ دے گی۔

جب ہم اس کے بعد کی آیت میں لفظ **صَفًّا صَفًّا** پر پہونچتے ہیں تو یہ فرق بہت واضح ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی لفظ پر زبر استعمال ہوا ہے اور اس کی تکرار بھی ہوئی ہے۔ فاء کے ساتھ صاد کا استعمال ہوا ہے یہ تمام حروف حروفِ مہموسہ میں سے ہیں۔ یہ نظام اللہ کے فرشتوں کے درمیان پرسکون حالت میں پورا ہوگا۔

6۔ ''**وَ جَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ**'' اور ''**وَجِیءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ**'' کے درمیان ایک فرق ہے، فعل معروف اور فعل مجہول کا۔ پہلے میں فاعل اللہ تعالی ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کنجی ہے، ارفرشتے اسی کے حکم سے حرکت میں آتے ہیں، لہٰذا یہ پورا ارادہ اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے میں جہنم کے بارے میں کہا گیا کہ وہ قریب لائی جائے گی۔ اس میں مجہول کا استعمال یہ بتاتا ہے کہ جہنم کے پاس کوئی ذاتی حرکت نہیں ہے اور اس سے بھی آگے ایک یہ بات ہے کہ وجاء میں جیم میں مدّ لازم ہے کیونکہ اس کے بعد الف ہے اور الف کے بعد کا ہمزہ رفعت، قوت، اور عظمت پر اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ وسعت والا ہے اس کے سوا کئی الہ نہیں ہے، اسی کی طرف سب کا انجام ہونا ہے۔ رہی بات جہنم کی تو اس کا تذکرہ کسرہ کے ساتھ کیا گیا ﴿**وَجِیءَ**﴾ جو ان نافرمانوں کی رسوائی کی طرف دلالت کرتا ہے جو اس کا لقمہ بنیں گے۔

6۔ ایک ہی منظر میں نون غنہ کی دوبار تکرار پوری سورہ میں صرف ایک جگہ اس مقام پر ہے: **یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ** ﴿**الفجر: 27**﴾۔ یہ اللہ کی رضا کی بناء پر اللہ کی نعمت سے نفس مطمئنہ کی انتہائی راحت، بے پناہ سعادت، اور حد سے زیادہ سرشاری کی طرف اشارہ ہے۔

## بارھواں منہج: عنایتِ ربّانی

اللہ کی عنایت تمام ہی مخلوقات کے ساتھ ہوتی ہے لیکن مجھے یہ یقینِ راسخ ہے کہ ربانیوں کے ساتھ اس کی خاص عنایت ہوگی۔ اور رب کی یہ عنایت ان کے لئے اس وقت ٹھنڈک، سلامتی، رحمت، نور، عزت، قوت، اور تکریم ثابت ہوگی جب وہ دو ذمہ داریاں ادا کریں گے:

**پہلی ذمہ داری**: تربیتی ذمہ داری ہے۔ اور اس کا میدان اصلاح نفس ہے تاکہ وہ اللہ کے رنگ میں رنگ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **"صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ" ﴿البقرة:138﴾**۔ "کہو، اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں"۔ یہ ضروری ہے کہ ہر آیت کو عملی تربیتی معنیٰ دے کر نفس اس تربیت میں رنگ جائے۔

**دوسری ذمہ داری**: دعوتی ذمہ داری ہے۔ خاندان، معاشرہ، وطن، امت، اور پوری دنیا کی قرآنی منہج کے مطابق اصلاح اس کا میدان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ" ﴿الأنعام: 122﴾** "کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی، اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طئے کرتا ہے"۔

اگر ان دونوں ذمہ داریوں کی انجام دہی ہو اور ہم ہر آیت کو اپنے لئے اور اپنے اطراف کے لئے عملی درس بنالیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے **"لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرىٰ وَ مَنْ حَوْلَهَا" ﴿الشوریٰ: 7﴾** "تاکہ تم بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے گرد و پیش رہنے والوں کو خبردار کردو"، تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اوپر ربانی عنایت کا نزول ہوگا۔

میں نے اس منہج ی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب "سورۂ کہف کی روشنی میں اصلاح وتبدیلی کا منہج" میں سورۂ کہف کی ہر ہر آیت پر اس کی تطبیق کی ہے۔ میں یہاں بھی سورۂ فجر کی ہر ہر آیت پر ذیل کے جدول میں اس منہج کی تطبیق کروں گا۔

بارھواں منہج: عنایتِ ربّانی

| آیت | تربیتی سبق | دعوتی سبق | عنایتِ ربّانی |
|---|---|---|---|

**وَالْفَجْرِ ﴿1﴾** مردوں کے اوپر مسجد میں نماز فجر کا اہتمام، (اور بیوی بچوں کے لئے) گھر میں جماعت کا قیام،

ہمارے اردگرد جو لوگ بھی ہیں، ان کو نماز فجر کی ترغیب، اور ان کو جاگنے میں مدد دینا، خواہ اس کے لئے ٹیلیفون کیا جائے یا ان کے پاس جا کر ان کو جگایا جائے۔ اس طرح ہم اپنے نفس کی تربیت اور شیطان کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کا تعاون کریں کیونکہ شیطان انسان کو اپنے منعم پروردگار کی رحمت سے دور رکھنے کے لئے اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے۔

☆ سورۃ کی ابتداء میں (والفجر) ہے اور اس کے آخر میں (جنّتی) ہے۔ جو بھی نماز فجر پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے عنایتِ ربانی کا مستحق ہوگا۔

☆ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز فجر ادا کی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے، اور اللہ تم کو اپنی حفاظت میں لے کر تمہارے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا'' **﴿جامع المسانید والمراسیل، حرف میم، 53/7، صحیح،**

☆ مسلم نے اپنی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں دنیا اور متاع دنیا سے بہتر ہیں'' **﴿صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر والحث علیھا، 5/6﴾۔**

☆ **﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ [الاسراء: 78]** ''اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو، کیونکہ قرآن فجر مشہود ہوتا''۔

☆ ترمذی نے اپنی سند سے بریدۃ اسلمی سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تاریکیوں میں مساجد کی طرف چلنے والوں کو قیامت کے دن پوری روشنی سے سرفرازی کی خوش خبری سنا دو'' **﴿سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر، 13/2،** ابو عیسیٰ (ترمذی) کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے (اس طریق سے)، (یہ مرفوع ہے، صحیح مسند ہے، اور اصحاب نبی ﷺ پر موقوف ہے نبی ﷺ کی طرف اس کا اسناد نہیں کیا گیا ہے)۔

☆ فرشتے اللہ کے لئے قیام کرنے والوں کی فہرست میں ہمارا نام شامل لکھتے ہیں۔

☆ صاف ستھری صبح کی ٹھنڈی ہوا جسم عقل اور وجدان کو تازگی عطا کرتی ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿2﴾ | ☆ شب قدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اعتکاف کی تیاری، یا ذی الحجہ کے ابتدائی عشرہ میں اللہ کی رحمتوں کی تلاش کے لئے، کم از کم رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں، اور جو لوگ حج نہ کر رہے ہوں ان کے لئے یوم عرفہ کا روزہ اور اعتکاف، حجاج اپنے دلوں کو صرف اللہ کی طرف متوجہ کریں، اور بیت اللہ الحرام میں اعتکاف اور طواف کریں اور یوم عرفہ کو عاجزی کے ساتھ دعا کریں۔ | ☆ اپنے اہل خاندان، اور دوست احباب کو ان دس راتوں میں اللہ کی رحمتوں کی تلاش کی ترغیب دینا، اس کے لئے ان کی فضیلت اور اس بات کا بیان کہ بندے ان راتوں کی رحمتوں، ان میں پنہاں خیر کے محتاج ہیں لہذا انہیں چاہئے کہ ہمارے ساتھ اللہ کے گھروں کا رخ کریں۔ | ☆ معمولی نیکیوں کا بھرپور اجر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ''ان دس راتوں کے عمل کے مقابلہ میں کسی بھی دس رات کا عمل زیادہ افضل نہیں ہے، لوگوں نے پوچھا: جہاد بھی نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جہاد بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں لگا کر نکلے اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہ پلٹے'' (صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق، نمبر 779)۔ |
| وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿3﴾ | ☆ سونے سے پہلے یا فجر سے پہلے تہجد کے آخر میں جفت اور طاق نمازوں کی پابندی۔<br>☆ خالق کی وحدانیت اور مخلوقات کے جوڑے جوڑے ہونے پر یقین۔ | ☆ اولاد اور گھر والوں کو اس بات کی ترغیب کہ وہ طاق اور جفت نمازیں ترک نہ کریں۔<br>☆ خالق کی وحدانیت اور مخلوق سے اس کے استغناء کی تاکید، مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا اور یہ کہ وہ مذکر ہوں یا مونث، مثبت ہوں یا منفی ایک دوسرے کے محتاج ہیں، انفرادیت، انانیت، کنارہ کشی، اور جنسی بے تعلقی کا مقابلہ۔ | ☆ خالق کی وحدانیت اس کائنات کے نظام کے تحفظ کی ضامن ہے: ''**لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ**'' **﴿الانبیاء:22﴾** ''اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا، بس پاک ہے اللہ رب العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں''۔<br>☆ بہترین ازدواجی زندگی کے ساتھ محبت، رحمت، اولاد، ہم آہنگی اور تعاون نصیب ہوتا ہے۔ |

## وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿4﴾

☆ قیام، تہجد، قرآن کی تلاوت میں اللہ کے ساتھ تنہائی کا لطف، خاموش صدقہ، تعلقات کی اصلاح، تعلیم وتعلم، اللہ کی راہ میں سرحدوں کی حفاظت، وضوء اوراللہ کے ذکر ساتھ سونا، ان تمام سرگرمیوں کے ذریعہ رات سے استفادہ،

☆ رات کو عبادت گزاروں کی رات بنانے کے لئے رات کے اوقات سے بھر پور استفادہ کی انفرادی اوراجتماعی دعوت۔

☆ قبہ آسمان کو دیکھنے، قدرت الٰہی کے جلوے دکھانے والے فلکیاتی اکتشافات اور جمال ربانی کا مشاہدہ کرنے کے لئے دوسروں کے ساتھ باہر نکلنا۔

☆ بندے کوقرب الٰہی نیصب ہو: ”**ومن الليل فتهجد به نافلة لک عسىٰ أن يبعثك ربّک مقاماً محموداً**“ **﴿الاسراء: 79﴾**، ”اوررات کوتہجّد پڑھو، یہ تمہارے لئے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے“۔

☆ ہیثمی نے سہل بن سعد کی روایت بیان کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا ”اے محمد ﷺ آپ جس طرح چاہیں زندگی گزاریں، آپ کوموت آنی ہی ہے، اور جو چاہیں عمل کریں، اس کا آپ کو بدلہ مل کر رہے گا، اور آپ جس سے چاہیں محبت کریں آپ کواس کو چھوڑ نا ہی ہوگا۔اور آپ ﷺ یہ جان لیں کہ مومن کا شرف قیام لیل ہے اور اس کی عزت لوگوں سے اس کا استغناء ہے **﴿مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، 522/2﴾**۔

☆ سحر کے وقت کی دعا کےان دعاوں میں سے ہے جو مستجاب ہوتی ہے اور اس سے پریشانیوں کے بادل چھٹتے ہیں۔

☆ ترمذی نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی، ایک وہ آنکھ ہے جواللہ کے خوف سے روتی ہے، اور ایک وہ آنکھ ہے جو اللہ کی راہ میں محافظت کرتے ہوئے جاگتی ہے“ **﴿سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل الله، 216/5، حدیث حسن غریب﴾**

| | | | |
|---|---|---|---|
| **هَلْ فِیْ ذَالِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ﴿5﴾** | ☆ وحی ربانی اور طریقہء نبوی سے معمور عقل کے ذریعہ مجاہدہء نفس اور ہوائے نفس کو ضبط کرنے کے راستے میں پیش قدمی۔ | ☆ اس حقیقت کی تاکید کہ علم شبہات کو زائل کرتا ہے، مجاہدہ شہوات کا علاج ہے، اور عقل علم کا خزینہ اور مجاہدہ کے لئے لگام ہے۔ | بخاری نے اپنی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقتور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے'' (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب 148/12)۔ ☆ **﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ''(العنکبوت: 69﴾** ''جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے''۔ ☆ اللہ کی حرام کردہ چیز سے بندے نے اپنے نفس کو روکا یا اس سے اُسے باز رکھا تو وہ اس کا مزہ حلال چیزوں میں پائے گا یا اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرے گا۔ |
| **أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿6﴾** | ☆ ضروری ہے کہ ہم انتہائی توجہ اور پوری سمجھ کے ساتھ پچھلوں کی کہانیوں اور گزشتہ قوموں کی تاریخ کا اس طرح مطالعہ کریں گویا ہم اپنی نگاہوں اور عقل سے ان کو دیکھ رہے ہیں۔ | ☆ گھروں، مساجد، مدارس، اور نشریات میں انبیاء کی کہانیوں کی تدریس کا احیاء، اور اللہ کے بندوں تک اس کی ترسیل اور اور لوگوں کے اندر اس کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنا۔ | ☆ **''لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِی الْأَلْبَابِ''(یوسف:111)** ''اگ؛ے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے''۔ ☆ اللہ تعالیٰ ہمیں پچھلوں کی غلطیوں کو سمجھنے اور ان سے اجتناب کرنے کی توفیق دے۔ |
| **إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿7﴾** | نفس کو زندگی کی سادگی، دنیا کی چمک دمک سے بے پروائی، اس پر نہ اترانے اور اللہ کے بندوں پر مہربانی کرنے کی ترغیب۔ | دولت مندوں، بلند بالا عمارتوں اور محلات والوں کو اس بات کی تذکیر کہ اگر ہم نے اللہ کی اطاعت کے ذریعہ ان کی حفاظت نہ کی، تو یہ زوال اور تباہی سے دو چار ہوں گے۔ | دنیا کہ فانی زینت کو آخرت میں باقی رہنے والی باتوں میں تبدیل کرنا، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اوس بن خولی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی خاطر تواضع اختیار کیا اللہ اسے بلندی عطا کرے گا اور جو تکبّر کی روش اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نیچا کردے گا۔ **﴿جامع المسانید والمراسیلم، الاکمال من الجامع الکبیر، 175/7﴾**۔ |

**أَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِیْ الْبِلَادِ ﴿8﴾**

☆ اس بات کا یقین کہ ماضی بعید میں بہت سی ایسی تہذیبیں گزری ہیں کہ آج ٹکنالوجی اور تہذیب کی تمام تر ترقی کے باوجود اس طرح کی تہذیب دوبارہ وجد میں نہیں آئی۔ اُن قوموں کو ان کے گناہ کی پاداش میں اللہ تعالی نے ہلاک کر دیا۔

☆ عصری ایجادات کے نتیجہ میں بڑائی میں مبتلا نہ ہونا۔

☆ تہذیب اور ترقی کے نشہ میں مبتلا لوگوں کو اس بات کا خوف دلانا کہ اگر اللہ سے اعراض کروگے، اور اس کے راستے کو ترک کروگے تو اللہ تعالیٰ اس ساری چمک دمک کو تباہ کر دے گا۔

**''وَمَا بِکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ أللّٰهِ''** (النحل: 53) ''تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے''۔ تخلیق کرنے والا وہ ہے، اپنی قدرت سے اسے سنوارنے والا وہ ہے، اور اپنے قہر اور اپنی قوت سے اسے ہلاک کر دینا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

**وَثَمُوْدَ أَلَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿9﴾**

☆ ہرامت کی فنی مہارت اور اس بات کا مطالعہ کہ ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ تذکّر، تدبّر اور عبرت کے پہلو سے کیا معاملہ کیا۔

☆ شاندار عمارتوں، اونچی کوٹھیوں والوں کو اس بات سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت کہ قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا تو اس کے نتیجے میں اس کے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو چٹانوں کو تراشنے کی قوت اس لئے دی ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں اور دوسروں کی منفعت کے لئے اس کو کام میں لائے۔ اگر اس نے اس کے علاوہ کچھ اور کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلک کر دے گا اور اس کی عمارتوں کو تہس نہس کر دے گا۔

**وَفِرْعَوْنَ ذِیْ أَلْأَوْتَادِ ﴿10﴾**

☆ ضروری ہے کہ قرآنی آیات کے اندر جو فرعونی مظاہر بیان کئے گئے ہیں ان کا اور ہماری موجودہ حالت کا مطالعہ کیا جائے اور ماضی کو حال سے مربوط کیا جائے۔

☆ ہر مسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی بھی فرعون کا سہارا، مددگار، اور معاون نہ بنائے، خواہ اس کے سونے کی چمک اور اس کی تلوار کی تیزی کتنی ہی زیادہ ہو، اللہ بلند و برتر اور عظمت والا ہے۔

☆ اس بات کا یقین کہ ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہے۔

☆ اس دور کے فراعنہ ، ان کے مددگاروں، ان کی خوشنودی کے طلب گاروں، اور ان کے حاشیہ برداروں کو فرعونِ مصر کے انجام کی تذکیر، ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اللہ سے ڈریں اور یہ پکار اٹھیں کہ: **''لن نؤثرک علیٰ جا جائنا من البیّنات والّذی فطرنا فاقاض ما انت قاض انّما تقضی هٰذه الحیاة الدنیا''** ﴿طٰه: 72﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی (صداقت پر) تجھے ترجیح دیں۔ تو جو کچھ کرنا چاہے کر لے، تو زیادہ سے زیادہ بس اسی دنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے''۔

☆ زمین کی ہر بلندی کو فنا ہے اور آسمان کی ہر بلندی باقی رہنے والی ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| أَلَّذِيْنَ طَغَوا فِى الْبِلَادِ ﴿11﴾ | ☆ انسان کے لئے زندگی میں توازن برقرار رکھنا ضروری ہے، روحانی پہلو عقلی پہلو کو نہ دبا دے، یا جسمانی پہلو دوسرے پہلوؤں کو نہ بھلا دے، ملازمت گھر کے حقوق کو نہ دبا لے، خاندان امت کے حقوق سے غافل نہ کر دے، کوئی غنی فقیر پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی فقیر غنی کے لئے وجہ اذیت بنے، نہ تو حاکم محکوم پر اور نہ محکوم حاکم پر ظلم کرے، کوئی ایک نسل کسی دوسرے نسل کے مقابلے میں سرکش نہ ہو جائے۔ ☆ انبیاء، صحابہ، اور ان مسلم قائدین کی شخصیات کا مطالعہ جنہوں نے اپنی زندگی میں اور ان کی پیروی میں توازن برقرار رکھا۔ | ☆''مومن کی زندگی میں توازن'' پر زیادہ سے زیادہ گفتگو، ☆ توازن اختیار کرنے کی دعوت، ساتھ ہی ہماری اسلامی تاریخ اور موجودہ واقعات سے توازن کے سلسلہ میں متوازن مثالیں، ☆ ہر داعی اس بات کا محتاج ہے کہ وہ توازن کے سلسلہ میں اپنا جائزہ لے۔ | ☆ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت ہے کہ وہ سرکشوں اور مفسدوں سے اپنی آنکھیں بند نہیں رکھتا بلکہ ان کو دھیرے دھیرے رسوا کن عذاب کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ |
| فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿12﴾ | ☆ قرآن کریم میں ''فسد'' مادہ سے بننے والے الفاظ کا جائزہ، نفس کا جائزہ، اور اگر اس میں مفسدین کی صفات میں سے کوئی صفت ہو تو مجاہدہ نفس تا کہ فساد کے تمام اسباب سے نفس مکمل پاک ہو جائے۔ | ☆ داعی کے لئے اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ قرآن کے منہج کے مطابق گھٹیا زبان سے بچتے ہوئے اور اپنی سطح کو برقرار رکھتے ہوئے مفسدین اور ان کے فساد کے پہلوؤں کا تذکرہ کرے، وہ صرف فساد کے اسباب اور مفسدین کے گروہوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھے۔ | بندوں☆ پر یہ اللہ کی رحمت ہے کہ وہ مفسدین کی قوت کو توڑتا ہے اور مصلحین کی کوششوں میں برکت عطا کرتا ہے۔ |
| فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿13﴾ | ☆ مومن کا دل ہمیشہ خوف و ڈر میں اس طرح مبتلا رہتا ہے جیسے کہ وہ کسی پرندے کے دونوں پروں کے درمیان ہو کہ مبادا اس کے اندر طغیان و فساد کی صفات میں سے کوئی صفت نہ ہو پھر وہ اللہ کے عذاب کے کوڑے کا مستحق قرار پائے۔ | ☆ اپنی قوم، اپنے خاندان، اور اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو طغیان اور فساد کے انجام اور اللہ کے عذاب کے کوڑے سے ڈرانا۔ | ظالموں پر اللہ کا قہر اور ان کی ہلاکت کمزوروں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔ |
| اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿14﴾ | ☆ ان ربانی قوانین پر نظر جو یہ بتاتے ہیں کہ گزشتہ امتوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سرکشوں کو ہلاک کرنے اور ظالموں کا خاتمہ کرنے کے سلسلہ میں جو ربانی قوانین ہیں ان کے دائرہ میں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار اور ظالموں کو رسوا کرنے والا ہے۔ | ☆ ظالموں کی ہلاکت کے سلسلہ میں ان ربانی قوانین کی لوگوں کو تذکیر، اور فرد، خاندان، سماج اور مملکت کی سطح پر مثالوں کا تذکرہ (مثلاً: قارون، سورہ قلم میں مذکور بخیل بیٹوں کا تذکرہ، سبا کی مملکت، عاد، ثمود اور فرعون)۔ | ☆ ظالمین جتنا بھی شیر بنیں، ہمارا قہار رب ان کے لئے گھات میں ہے اور اس صداقت پر یقین رکھنا مومنین کے لئے قوت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| **فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ** ﴿15﴾ | ☆ نفس کی تذکیر کہ ہر نوازش میں ایک امتحان ہے۔ **”وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ“ ﴿الانبیاء:35﴾** ”اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے“۔<br>☆ قول اور عمل دونوں سے ہی بکثرت شکر، ذکر اور حمد کا اہتمام۔<br>☆ نعمتوں کی تسخیر منعم سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے مطابق۔ | ☆ قریب اور دور کے تمام ہی لوگوں کی، خواہ وہ مومن ہو یا کافر اس بات کی تذکیر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر طرح کا احسان کیا ہے اور ان کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان کو ذکر شکر اور حمد کی ترغیب، اور ان کو نعمت کی ناشکری اور منعم سبحانہ وتعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والے کسی بھی کام میں نعمتوں کو کو صرف کرنے سے باز رکھنا۔ | **”وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ“ ﴿ابراهيم:7﴾** ”اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے“۔ |
| **وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ** ﴿16﴾۔ | ☆ اس بات کو یاد رکھیں کہ متاع دنیا کی قلت انسان کے لئے رسوائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ رسوائی کی بات تو یہ ہے کہ خالق کی معصیت اور نعموں کی ناشکری کی جائے۔<br>☆ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو یاد رکھیں: **”وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ“ ﴿الحج:18﴾**، ”اور جسے اللہ ذلیل وخوار کر دے اُسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے، اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے“۔ | ☆ لوگوں کو صبر جمیل، قبول حسن، اور خیر و شر ہر طرح کی تقدیر پر ایمان کی تذکیر۔ | ☆ اگر بندہ کسی چیز سے محروم ہے اور اس محرومی کی حقیقت کا اسے فہم ہو جائے تو محرومی عین نعمت بن جاتی ہے۔<br>☆ بعض لوگوں کے لئے رزق کی کمی ہی فتنوں سے بچنے، آزمائشوں سے ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یہ اصلاح اور تبدیلی کا کام کرنے والوں کے لئے تیاری کا ذریعہ اور مومنوں کے لئے گناہوں سے خلاصی کا وسیلہ اور صبر کے لئے بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بندہ یا ایک امّت حساب کے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائے۔ |
| **كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ** ﴿17﴾ | ☆ اس بات کی خواہش کہ یتیموں کی کفالت، ان کے ساتھ گھلنا ملنا، اور ان کی ضروریات کی تکمیل اس انسان کی زندگی کا ایک جز بن جائے جو رحمان کی راہ کا راہی ہے۔ | اپنے گرد و پیش کے تمام ہی افراد کی یہ تذکیر کہ یتیموں کی کفالت، اور ان کا اکرام اللہ کی رضا، جنت کے حصول اور جنت کے فردوس اعلیٰ میں حبیب ﷺ کی ہمنشینی کا سب سے قریب ترین راستہ ہے۔ | ☆ ابوداود نے اپنی سند سے ابی بن سھل سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح رہیں گے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو آپس میں ملایا“۔ **(سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی من ضم الیتیم، 60/14)**۔<br>☆ یتیموں کی عزت افزائی اولاد اور آئندہ نسلوں کے لئے رزق میں کشادگی کا ذریعہ بنتی ہے۔ |

**وَلَا تَحٰضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ⟨18⟩**

☆ صرف کچھ دے دینا کافی نہیں ہے بلکہ پوری قوت کے ساتھ اس بات کی کوشش ضروری ہے کہ مالداروں کو فقیروں کی کفالت کے لئے ابھارا اور اکسایا جائے۔

☆ خیر کے اس کام کو انفرادی عطیہ سے آگے نکال کر اجتماعی شکل دی جائے تاکہ فقراء، مساکین، اور خصوصی ضرورت مندوں کی ضروریات بھی پوری ہوں اور ان کی ضروریات کی نگہداشت کا سلسلہ جاری رہے۔

☆ خیر کا راستہ بتانے والا ایسا ہے جیسا خود خیر کا کام انجام دینے والا۔ کھانا کھلانے پر ابھارنے میں تو نیکیوں میں نمو، گناہوں کا خاتمہ، اور درجات کی بلندی پوشیدہ ہے۔

**وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ⟨19⟩**

☆ کسی بھی میراث کو ہڑپنے، اس کو اپنے لئے حلال سمجھنے کے معاملے میں چھوٹی بڑی، معمولی سے معمولی کسی بھی طرح کی چیز کو لینے سے پرہیز کرنا۔

☆ تعزیت کے فوری بعد ترکہ کی تقسیم میں جلدی کرنا۔ تقسیم کے وقت عدل اور زائد کو خرچ کرنے کا اہتمام، ترکہ کی تقسیم کے وقت آپسی رضامندی اور تقسیم میں کشادہ ظرفی سے کام لینا۔ کسی بھی وارث کو اس کا حق مطالبہ کرنے، اس کے طلب کرنے اور غضبناک ہونے سے پہلے ہی دے دیا جائے۔

☆ داعیانِ حق کو چاہئے کہ میت کے گھر والوں کو یہ تذکیر کریں کہ وصیت کے نفاذ، اور ترکہ کی تقسیم میں جلدی کی جائے۔ تمام ہی وارثین کو خوش رکھا جائے، ان کو متحد رکھا جائے، ان کو بتایا جائے کہ مال کی محبت اور غلبہ کی خواہش پر عدل وانصاف کا وزن بھاری ہونا چاہئے، انانیت اور مفاد پرستی کے بجائے زائد چیزوں کو خرچ کرنے، احسان اور صلہ رحمی وغیرہ خصوصیات کو اختیار کیا جائے۔

☆ کشادہ ظرفی نفس کا سکون، اور زیادہ برکت میراث اور ترکہ کی تقسیم کے وقت عدل کی پابندی اور فضل کا مظاہرہ کرنے پر منحصر ہے،

## وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبّاً جَمّاً ﴿20﴾

☆ نفس کے ساتھ مجاہدہ، تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، مال اور جان کے ذریعہ جہاد، فقیروں اور یتیموں کے ساتھ احسان، دوستوں، رشتہ داروں ، پڑوسیوں اور قرابت داروں کو نوازنا ہمارے نزدیک دنیا کی فانی نعمت کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہو جائے۔

☆ لوگوں کو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے ساتھ محبت کی ترغیب تاکہ خیر کے کاموں اور دوسروں کی بھلائی کے راستے میں مال اس بڑی محبت کے لئے خادم بن جائے ، تاکہ انسان اللہ کا بندہ اور اللہ کی رضا کی راہ میں مال خرچ کرنے والا بن جائے۔

☆ بخاری کی روایت ہے: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو خوب دے'' اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ بخل کرنے والے کو نقصان میں مبتلا کردے'' **﴿صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قولہ تعالیٰ : فانّا من اعطیٰ .. 4/58﴾**۔

☆ **''وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَیٰ اَلَّذِیْ یُؤْتِی مَالَهُ یَتَزَکّٰی وَمَا لِأَحَدٍ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوفَ یَرْضٰی'' ﴿اللیل:17تا21﴾** ''اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے، اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو، وہ تو صرف اپنے ربِّ برتر کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے، اور ضرور وہ (اس سے ) خوش ہوگا۔

**اصون عرضی بمالی لا ادنّسه**
**لا بارک الله بعد العرض بالمال**

(میں اپنا مال خرچ کر کے اپنے ناموس کی حفاظت کرتا ہوں، ناموس ہی اگر نہ رہے تو اللہ مال میں بھی کوئی برکت نہ دے )

**المال ان اودیٰ أحتال فاکسبه**
**ولست للعرض ان اودیٰ بمحتال**

(اگر مال تباہ ہو جائے تو میں تدبیر کر کے مال کما سکتا ہوں لیکن اگر عزت چلی جائے تو میں اس کے لئے کوئی تدبیر نہ کر سکوں گا )

**كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾**

☆ قرآن کریم میں ''الارض ( زمین )'' سے متعلق جو آیات ہیں ان کو جمع کرنا، خواہ وہ صریح نص ہو، یا ضمیر ظاہر ہو یا مستتر، اور زمین کے بارے میں معلومات حاصل کرنیکے لئے ان کا مطالعہ، اس کی ابتداء کی تاریخ ،اس کی آبادی، پھر اس کا ٹکرایا جانا اور زلزلہ ءقیامت، پھر اس میں ہونے والی تبدیلی کا مطالعہ تا کہ انسان اس پر اس یقین کے ساتھ زندگی گزارے کہ وہ زوال کے راستے پر چل رہی ہے اور یہ زمین انسان کے حق میں یا انسان کے خلاف اس وقت گواہ بنے گی جب قیامت کے روز اپنی تمام خبریں بیان کرے گی، یعنی اس پر جو کچھ بھی گزرا ہوگا، اس کو بیان کرے گی۔

☆ ہم جس سرزمین میں بھی جائیں وہاں اللہ کا ذکر کریں اور اس میں اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجیں۔

☆ روزِ قیامت کے پر ہول مناظر کے بارے میں جاننا تاکہ اس عظیم واقعہ کا خوف دل میں بیٹھے اور رحلت کے دن کی تیاری کی جا سکے۔

☆ لوگوں کو زمین کی حقیقت ، اس کی تخلیق، اس کی آبادی، اور اس کی انتہاء کے بارے میں بتانا اور اس حقیقت کی یاد دہانی کہ اس زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا ہے ''**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ**'' **﴿الرحمان:26,27﴾** ''ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے''۔

☆ یہ زمین بے جمادات میں سے نہیں ہے، بلکہ اس پر رہنے والے صالحین کو اپنی برکوں سے نوازتی ہے اور ان کی جدائی پر یہ آنسو بہاتی ہے، اور اگر لوگ اس کی پشت پر اللہ کی نافرمانی کریں تو ان کی زندگی میں نہ تو انہیں راحت پہونچاتی ہے اور نہ ہی ان کی وفات پر یہ آنسو بہاتی ہے، اور وہ پیشی اور حساب کے وہ ان کے خلاف گواہی دے گی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ**'' **﴿الدخان: 29﴾** ''پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین، اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی''۔

**وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿22﴾**

☆ قیامت کے دن کی س وقت کی عظمت اور جلال کو یاد کیجئے جب ہمارا رب آئے گا، اس حال میں کہ فرشتے اس کے سامنے صف بستہ ہوں گے وہ اللہ کے بندوں کا انتظار کر رہے ہوں گے کہ وہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے حیاء۔

☆ لوگوں کو اس بات کی دعوت کہ اس عظیم منظر کو نہ فراموش کریں جب اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا، اس کے ساتھ فرشتے انتہائی نظم کے ساتھ ہوں گے، اس دن نیکوکار کو جنت، خطا کار کو معافی، اور مجرم کو جہنم ملے گی۔

☆ اللہ تعالی کے چاہنے والوں کے لئے یہ انتہائی عظیم نعمت ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو اسی طرح دیکھ سکیں گے جس طرح وہ چاند کو دیکھتے ہیں۔

**وَجِـــیءَ یَـوْمَـئِـذٍ بِـجَـهَـنَّـمَ یَـوْمَـئِـذٍ یَتَـذَکَّـرُ اْلاِنْسَـانُ وَأَنَّـیٰ لَـهُ الـذِّکْـرِی ‹23›**

☆ جب بھی دل میں سختی پیدا ہوتو ہمیں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کی نرمی کے لئے عذاب اور جہنم کی گرمی ، اسکے زقوم، اس کے غسلین ، اس کی زندگی، اس کے بچھو، اس کے طوق اور سلاسل، اس کی لپٹ اور اس کی سردی سے متعلق آیات کو جمع کریں، اور ان آیات کی خشوع آواز، جھکے دل اور حاضر دماغ کے ساتھ تلاوت کریں، اس سے دل میں نرمی اور شفافیت واپس آئے گی۔

☆ ہمیں چاہئے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا طریقہ اختیار کریں جو اپنے قیام لیل میں پوری رات صرف ایک آیت کو دہراتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: **''قُلْ اِنِّی أَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ'' ‹الانعام :15›** '' کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی''۔ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ اس قدر روتے تھے کہ ان کی شدت بکاء سے ان کے بارے میں خوف سے ان کی بیوی بھی رونے لگتی تھی۔

☆ ہفتہ میں ایک بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس عنوان کے ساتھ تنہائی: **'' یَـوْمَـئِذٍ یَتَذَکَّرُ اْلاِنْسَانُ وَأَنَّـیٰ لَـهُ الـذِّکْـرِیٰ'' ‹الفجر›** ''اس وقت انسان کو سمجھ آئے گی اور اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل'' اس میں انسان اپنے اوپر اللہ کی جتنی نعمتیں ہیں ان سب کو یاد کرے، اپنی کوتاہی، غفلت، اور اللہ کے مقابلے میں اپنی جرأت کو یاد کرے، پھر نصیحت حاصل کرنے کے بعد ہم شکر، توبہ، استغفار، اور مجاہدہ ءِ نفس کریں تا کہ ہمارا نفس ان آلودگیوں سے صاف ہو جائے جو انسان اور اس کے رب کے درمیان حائل ہوتی ہیں، اور دین، وطن، امت، اور سارے عالم کی خدمت کے حوصلے سے اسے محروم کر دیتی ہیں۔

☆ اپنے اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو عذاب اور جہنم کی آگ کی شدت کو بیان کرنے والی آیات یاد دلائیں۔

☆ کتاب '' **المنتقیٰ من الترغیب والترهیب** '' سے جنت اور جہنم کی صفات کا مطالعہ کریں۔

☆ ہم ٹیلیفون اور ای میل کے ذریعہ اپنے دوستوں اور احباب کو ایسے پیغام بھیجیں جو انہیں روزِ قیامت، اس کی شدت، اور اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب سے بچنے کے طریقوں کو بتائے۔

☆ جہنم کا عذاب ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہونچانے اور مومنوں کے دلوں کو شفاء عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| يَـقُوْلُ يَـا لَيْتَـنِـىْ قَـدَّمْـتُ لِـحَيَاتِـىْ ﴿24﴾ | ☆ دارِ آخرت کی تیاری کی تاکید، کیونکہ وہی ابدی زندگی ہے، انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی سے، اپنے فقر سے پہلے اپنی مالداری سے، اپنے مرض سے پہلے اپنی صحت سے اور اپنے موت سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے لئے ایمانی کاموں کی پابندی جیسے: وقت پر نماز کی ادائیگی، قرآن کی تلاوت، ذکر، روزہ، صدقہ، حج، صلہ رحمی، فقیروں اور یتیموں کی دیکھ بھال، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور اسلام کے دشمنوں سے جہاد، | ☆ ہمیشہ لوگوں کو یہ سبق یاد دلانا کہ دنیوی زندگی فنا ہونے والی زینت ہے اور آخرت ہی قائم اور باقی رہنے والی ہے، ہوشیاری یہ ہے کہ انسان دنیا کے اسبابکو آخرت کی کامیابی کے راستے میں لگائے۔ | ☆ اللہ تعالی نے ہمیں قیامت کے مناظر کی یاد دہانی اس لئے کرائی ہے کہ ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے (اگر ہم اس پر غور کریں)۔ ان شاء اللہ۔ |
| فَيَـوْمَـئِذٍ لَا يُـعَـذِّبُ عَـذَابَهُ أَحَدٌ ﴿25﴾ | ☆ عذاب کی شدت اع جہنم کے شعلوں کو دوبارہ یاد کرنا اور ان آیات و احادیث کو جمع کرنا جو جہنم میں جانے کے اسباب کی وضاحت کرتی ہیں اور تاکہ انسان ان سے بچ سکے۔ | ☆ اس بات کی تذکیر کہ دنیا کی ساری آزمائش مل کر بھی آخرت کے ایک لمحہ کے عذاب کے برابر نہیں ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اطاعت پر صبر کریں، محرمات سے بچیں، اور آزمائشوں سے نہ گھبرائیں۔ | ☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ عین عدل ہے کہ جو اس کے حکم سے پھرے، سرکشی کرے اور اس کی مخلوق پر جبر کرے اسے وہ کھلے عالم سزا دے۔ |
| وَلَا يُـوْثِـقُ وَثَـاقَـهُ أَحَدٌ ﴿26﴾ | ☆ ہیثمی کی کتاب ''الکبائر'' کا مطالعہ، اور نفس سے انصاف کرنے میں بہادری کا مظاہرہ، اللہ کی طرف لپکنا، اور بجائے اس کے کہ اس کے گناہ اسے جہنم کی گہرائی میں باندھنے کا ذریعہ بنیں، اسے چاہئے کہ وہ ان گناہوں اور کبائر سے توبہ کرے۔ | ☆ لوگوں کی بار بار اور لگاتار عذاب اور جہنم کی پکڑ کی یاد دہانی تاکہ وہ خدائے واحد وقہار کی طرف پلٹیں۔ | ☆ یہی عدل ہے کہ جو ہر طرف سے گناہوں سے جکڑا ہوا ہو وہ جہنم کی آگ کے درمیان جکڑا جائے۔ |
| يَـا أَيَّـتُهَـا الـنَّـفْـسُ الْـمُـطْـمَـئِنَّةُ ﴿27﴾ | ☆ محبت کرنے والے دل کے ساتھ اللہ تعالی کی اس پکار (يا ايّتها النفس المطمئنّة) کو کان لگا کر سنے، اور اس ندا کے ساتھ وہ نفسِ امارہ سے نفسِ لوامہ اور اس سے آگے بڑھ کر نفسِ مطمئنہ کی طرف گامزن ہو۔ | لوگوں کو اس کی رہنمائی کہ وہ اپنے نفس، نفس امارہ، نفس لوامہ، اور نفس مطمئنہ کی حقیقتوں سے واقف ہوں۔ | ☆ جب بندہ مجاہدہء نفس میں محنت کرتا ہو اور نفس امارہ سے نفس لوامہ تک پہونچ جاتا ہے تو اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ وہ عن قریب نفس مطمئنہ کے مرحلہ تک پہونچے گا۔ |

## ارْجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ‹28›

☆ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنا، حسن رجوع، توبہ، اس کی طرف پلٹنا، اور اس کی طرف لپکنا، اس پر حسن اعتماد تا کہ وہ رضا باللہ اور رضا عن اللہ کے مقام پر فائز ہو، ان تمام ارادوں کو دور کرنا جو حیّ وقیّوم ذات سے صدقِ تعلق میں رکاوٹ بنیں۔

☆ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے شوق کی نشونما، مسلم نے اپنی سند سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کے اند اللہ سے ملاقات کی محبت ہو اللہ کو بھی اس کی ملاقات پسند ہے، اور جو اللہ کے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ کو بھی اس کی ملاقات ناپسند ہے، ‹**صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من أحبّ لقاء الله أحبّ لقائه و من کره،** ‹90/170›۔

☆ بار بار توبہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

لوگوں کو یہ یاد دہانی کہ مومن مرد اور مومن عورت کی زندگی کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں اللہ کے کلام اور نبی ﷺ کی ہدایت کی طرف ہی رجوع ہونا ضروری ہے۔

☆ لوگوں کو اللہ کو رب ماننے، اسے ہی الٰہ اور حاکم ماننے کے مفہوم کی یاد دہانی، پھر نعمت اور محرومی ہر حال میں صبر اور شکر کا مظاہرہ کرتے ہوئے رضا عن اللہ کا اظہار۔

☆ جو اللہ کی طرف رجوع کا عادی ہو، اس کی شریعت کو حکم تسلیم کرے، گناہوں اور معصیت سے ہمیشہ توبہ کرے، آزمائش اور نعمت ہر حال میں ذکر اور شکر کا مظاہرہ کرے، تو اس سے دل میں رضا کی دولت نصیب ہوتی ہے اور نف اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہوتا ہے۔

## فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ‹29›

اصحاب ایمان کے ساتھ صبر جمیل کا مظاہرہ: **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا ‹الکھف: 28›** ''اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو، کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟''۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ رہنے والے ان کی صحبت سے بد بخت نہیں ہوتے، یہ لوگ اللہ کے راستے میں نجات کی کشتی ثابت ہوتے ہیں۔

☆ فرقہ بندی اور اختلاف کے تمام راستوں سے دوری تا کہ شیطان ہمیں اللہ کے بندوں میں شامل ہونے سے نہ روک سکے۔

☆ لوگوں کو اس بات کی ترغیب کہ فادخلی فی عبادی تک پہونچنے کے لئے چار مراحل ضروری ہیں:

1۔ نماز فجر میں ملاقات،
2۔ مخلص ساتھیوں کا انتخاب،
3۔ ایسے تربیتی پروگرام کی پابندی جو ایمان اور اخلاق کا تزکیہ کرے۔
4۔ اللہ کے بندوں کے درمیان اللہ کی دعوت کو عام کرنا۔

اگر اللہ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو اس کے نزدیک ہدایت، تقویٰ، پاکیزگی اور بے نیازگی سے متصف لوگوں کو محبوب بنا دیتا ہے، اس کا دل اللہ کے نیک اور صالح بندوں میں لگا رہتا ہے۔

## وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ‹30›

نفس کو یہ یاد دلاتے رہنا کہ جنت کا راستہ باجماعت نمازِ فجر کے اہتمام، قیامِ لیل، خواہش نفس پر گرفت، زمین میں طغیان وفساد سے مقابلے، رضا باللہ، رضا عن اللہ، اکرامِ یتیم، مسکین کو کھانا کھلانے، اس پر لوگوں کو اکسانے، میراث کا مال کھانے سے بچنے، اور آخرت کے گھر کی تیاری سے ہو کر گزرتا ہے۔

☆ لوگوں کو ہمیشہ سورہء فجر کے ان تقاضوں کی تذکیر جو اللہ کی رحمت کے بعد جنت میں داخلہ کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔

‹**هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ**› ‹**الرحمان:60**› ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے''۔ جو شخص دنیا میں اپنے اور اپنے معاشرے کے ساتھ احسان کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ بدلے میں احسان، معافی، مغفرت، اور جنت میں انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی ہمنشینی عطا کرے گا۔

## تیرہواں منہج: ﴿وَ كُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً﴾

میں نے جب اپنی کتاب ''دلوں کی سختی کی اصلاح کے پانچ عملی طریقے'' میں اس منہج **''وَ كُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَة''** (**الواقعة**:7) کی طرف اشارہ کیا تھا اسی وقت سے میں جب بھی قرآن کریم کی کسی آیت پر توقف کرتا، میرے ذہن میں یہ بات آتی کہ اس کے تعلق سے لوگوں کا رویہ بالکل ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**وَ كُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَة** '' (اورتم تین گروہوں میں تقسیم ہوجاوگے )، اصحاب شمال حرام کاموں کا ارتکاب اور اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اصحابِ شمال محرمات سے دور رہتے ہیں اور اپنے فرائض بجالاتے ہیں۔ رہے سابقین مقربین تو وہ اللہ کے فضل سے نیکی کی طرف سبقت کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ محرمات سے کنارہ کش اور مشتبہ امور سے دور رہتے ہیں، فرائض اور **مستحبات** کو قائم کرنے والے ہوتے ہیں، وہ بلندیوں اور فضائل کی تلاش میں کوشاں رہتے ہیں، اور ہمیشہ جنت کے فردوس اعلیٰ کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں۔ میں نے سورہء فجر کو پانچ موضوعات میں تقسیم کیا ہے، اوران آیات کے سلسلہ میں اصحاب شمال، اصحاب یمین، اورمقربین کا کیا موقف ہوتا ہے، میں نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ذیل کے جدول میں ان اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔

### تیرہواں منہج: ﴿وَ كُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً﴾

| آیت | اصحاب شمال | اصحاب یمین | سابقین مقربین، |
|---|---|---|---|
| (1) **وَالْفَجْرِ، وَلَيَالٍ عَشْرٍ، وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ، هَلْ فِي ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ** (آیات 1 تا5) | ☆ نہ تو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں اور نہ ہی صبح کی، ان کی رات غافلوں کی رات ہوتی ہے۔ ان کی عقل کسی بھی امر میں خواہش نفس پر لگام نہیں لگاتی۔ | ☆ یہ وقت کی پابندی کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے ہیں، ان کی رات عابدوں کی رات ہوتی ہے۔ وہ جفت اور طاق کے طلب گار ہوتے ہیں، اپنی خواہشات کو شریعت کی لگام دیتے ہیں اور شرعی فرائض کو بجالاتے ہیں۔ | یہ جماعت کے ساتھ مسجد میں فجر ادا کرتے ہیں۔ یہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں اور رمضان کی آخری دس راتوں میں میسّر ربانی مواقع کے انتظار میں رہتے ہیں، اپنی طبعیت اور خواہشات کو شریعت اور عقل کے تابع رکھتے ہیں۔ وہ صرف اصحاب فرض نہیں بلکہ اصحاب فضل ہیں۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| (2)أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ،اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ،أَلَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِىْ الْبِلَادِ ،وَثَمُوْدَ أَلَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ،وَفِرْعَوْنَ ذِىْ أَلْأَوْتَادِ،أَلَّذِيْنَ طَغَوا فِى الْبِلَادِ ،فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ،فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ،اِنَّ رَبَّكَ لَبِأَلْمِرْصَاد (آیات6تا14) | سابقہ سرکش قوموں ،عاد، ثمود،اور فرعون کی ہلاکت سے عبرت نہیں حاصل کرتے بلکہ بلکہ شہروں میں طغیان اور زیادہ سے زیادہ فساد برپا کرنے میں یہ اُن کے ہی نقشِ قدم پر چلتے ہیں، | سابقہ امتوں کے قصوں کو توجہ سے دیکھتے ہیں ان کے ظلم، طغیان، اور فساد کے سبب ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرتے ہیں، اس کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے ہیں کہ کہیں ان کے اندر ظالموں کی کوئی خصوصیت تو نہیں بلکہ یہ زمین کے سرکشوں اور مفسدین سے مقابلہ کرتے ہیں، اور اللہ سے اس بات کے آرزومند رہتے ہیں کہ ان پر عذاب کا کوڑا برسائے اور ان کی گھات میں رہے۔ | گزشتہ قوموں کے قصوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اپنے گردوپیش کے لوگوں کو ظالموں، سرکشوں، اور مفسدین سے مقابلے کے لئے حرکت میں لاتے ہیں۔ |
| (3)فَأَمَّاالْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّىْ أَكْرَمَن،وَأَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاه فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّىْ أَهَانَنِ (آیات15,16) | بندے کو اگر نعمت ملے تو کہتا ہے کہ :اِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِى ﴿القصص: 78﴾ ''اس نے کہا یہ سب تو مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھے حاصل ہے'' ''بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْراً وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَأَلْبَوَارِ'' ﴿ابراهيم:28﴾ ''انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا''۔ اور جب اس پر تنگی ہوتی ہے تو وہ اللہ کی تقدیر پر ناراض ہوتا ہے اور اسے اپنے لئے اللہ کی طرف سے اہانت سمجھتا ہے۔ | ☆ ان کے اندر رضا عن اللہ کی صفت ہوتی ہے، خوشی اور تکلیف ہر حال میں یہ اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ رزق کی فراوانی اور قلّت، ان کے رب کی طرف سے فضل اور حکمت کی وجہ سے ہے، یہ اپنے رب کے لئے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور رضا عن اللہ کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہمیشہ پہلی نعمت پر شکر کرتے ہیں، جتنا بھی ملے ان کا شکر ہمیشہ جاری رہتا ہے، یہ پہلی مصیبت پر صبر کرتے ہیں، اور جتنی بھی آزمائشیں آئیں صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ | یہ اللہ عز و جل کے لئے مکمل تفویض کا مظاہرہ کرتے ہیں، آزمائش پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور نعمت پر صبر کرتے ہیں جیسا کہ امام بلخی رحمہ اللہ نے کہا ہے: ''ہم وہ لوگ ہیں کہ اگر ہمیں نوازا جاتا ہے تو ہم صبر کرتے ہیں اور اگر ہمیں آزمایا جاتا ہے تو ہم شکر کرتے ہیں'' اگر نعمت ملے تو یہ فرض اور فضل ہر راہ میں خرچ کرتے ہیں اور قول وعمل دونوں ہی طریقے سے شکر کرتے ہیں۔ انہیں اگر آزمایا جائے تو رضا عن الرب کی ان کی مثال ایسی کامل ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| (4) كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ، وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ، وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ، وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا، (آیات: 17 تا 20) | اصحاب شمال یتیم اور مسکین کا حق کھاتے ہیں اور لوگوں کو محتاجوں کی کفالت کے لئے نہیں اکساتے۔ان کی بڑی تمنا یہ ہوتی ہے کہ حرام یا حلال طریقے سے اور رقرابت داروں پر ظلم کرکے، میراث میں ان کے حق کو دبا کر مال جمع کریں۔ | وہ فرض زکوٰہ ادا کرتے ہیں، یتیموں کی عزت کرتے اوران میں گھلتے ملتے ہیں،وہ دوسروں کو مسکینوں کے لئے مال خرچ کرنے پر ابھارتے ہیں، وہ میراث کا مال حقداروں میں عدل اور پورے انصاف کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں، ان کی مال کی محبت انہیں حلال حدوں کو پھاندنے پر نہیں آمادہ کرتی۔ | یہ اپنی مالداری کے باوجود، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ رہ کر ایسا محسوس کرتے ہیں گویا یہ ان کے محتاج اور ضرورت مند ہیں،ان کے اندر صرف یہ جذبہ ہوتا ہے کہ یہ ان کے لئے اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ بن جائیں،اس کے لئے وہ خوب نوازتے ہیں، ان سے گھل مل کر رہتے ہیں،ان ضرورت مندوں کے لئے اپنے آپ کو بچھا دیتے ہیں،خیر کے ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جو ان یتیموں، فقراء، اور مساکین کی ضروریات کی تکمیل کے لئے سالوں سال کوشاں رہتے ہیں۔ اسی طرح میراث کی تقسیم کے وقت یہ اس بات کی تڑپ رکھتے ہیں کہ ان رشتہ داروں اور مساکین کو دیں جو وارث نہیں ہیں،اس مال میں سے وہ میراث چھوڑنے والے کے لئے صدقہء جاریہ کے راستے نکالتے ہیں، اور وہ بادِ بہاری کی طرح مال خرچ کرتے ہیں۔ |

**(5) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا، وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا، وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ، يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي، فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ، وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ، يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي، وَادْخُلِي جَنَّتِي**

(آیات: 21 تا 30)

☆ان کے دل پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اور نہ ہی روزِ حساب کی تیاری کرتے ہیں، اس دن کے خوف سے یہ لوگ نہیں کانپتے جس دن زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی، اور ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اس حال میں کہ فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، اور انہیں جہنم کے کنارے لایا جائیگا۔ اس دن یہ لوگ نادم ہوں گے اور فریاد کریں گے: ''**يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي**'' ''وہ کہے گا کہ اے کاش میں نے اپنی ندگی کے لئے آگے کچھ آگے بھیجا ہوتا'' ان کے اوپر عذاب سخت ہوگا، انہیں سختی سے باندھا جائیگا۔ اوران کو پکار کر کہا جائے گا: ''**بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**'' ﴿هود: 44﴾ ''رحمت سے دوری ہے ظالموں کی قوم کے لئے'' اور اللہ کے نزدیک ان کی ایسی حیثیت ہوگی جس کے بارے میں کہا گیا: ''اور بائیں بازو والے بائیں بازو والوں کی بدنصیبی کا کیا پوچھنا، وہ لُو کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس انجام کو پہونچنے سے پہلے خوش حال تھے، اور گناہِ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔ کہتے تھے ''کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے تو پھر اٹھا کھڑا کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے وہ باپ دادا بھی اٹھا کھڑا کئے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں، اے نبی ﷺ ان سے کہو یقیناً اگلے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کئے جانے والے ہیں جس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے، پھر اے گمراہو اور جھٹلانے والو تم شجرِ زقوم کی غذا کھانے والے ہو اسی سے تم پیٹ بھرو گے اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی تونس لگے ہوئے اونٹ کی طرح پیو گے یہ ہے بائیں والوں کی ضیافت کا سامان روزِ جزا میں۔ (الواقعۃ 41 تا 56)۔

یہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اپنی وسعت بھر اللہ سے ملاقات کی تیاری کرتے ہیں، لیکن ان کے نیک اعمال کے ساتھ ان سے کچھ کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں پھر یہ توبہ کرتے ہیں اور اپنے رب کی طرف پلٹتے ہیں، جب حساب کے لئے انہیں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا، ان کی توبہ قبول کرے گا، اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ ان کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا، وہ بے خار بیریوں اور تہ بر تہ چڑھے ہوئے کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہر دم رواں پانی اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سن، (الواقعۃ 27 تا 37)۔

یہ اپنے رب کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں، اور اپنے رب کی رحمت سے مطمئن ہوتے ہیں، یہ سالکین کی راہوں میں خوف اور امید، عمل اور آس کے درمیان رہتے ہیں، انہیں قیامت کے دن انتہائی نرمی سے پکارا جائے گا کہ اس سے ان کے دل کا خوف اور ان کی پریشانی میں کمی ہوگی اور انہیں جنت کے اعلیٰ علیّین کے بلند ترین مراتب ملیں گے۔ ''اے مطمئن نفس لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو راضی ہے اور تجھ سے تیرا رب خوش ہے''۔ اللہ کے نزدیک ان کے مقام کا تذکرہ یوں ہوا ہے: ''اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرّب لوگ ہیں، نعمت بھری جنت میں رہیں گے، اگلوں میں سے بہتے ہوں گے اور پچھلوں میں سے کم، مرصّع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ ان کی مجلسوں میں ابدی لڑکے شرابِ چشمہء جاری لبریز پیالے اور کنٹر اور ساغر لئے دوڑتے پھرتے ہوں گے جسے پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا، نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا۔ اور وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل پیش کریں گے کہ جسے چاہیں چن لیں اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں۔ اور ان کے لئے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسے حسین جیسے چھپا کر رکھے گئے موتی۔ یہ سب کچھ ان اعمال کی جزا کے طور پر انہیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ (الواقعۃ: 10 تا 24)۔

## خلاصہ:

1۔سورہ کے پہلے کلمہ **والفجر** اور آخری کلمہ **جنّتی** میں ایک ایسا تعلق ہے جو اس تربیتی منہاج کی اساس ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ہی اللہ کی رضا اور جنت کا راستہ ہے، اس کے لئے نفسِ امارہ سے نفسِ لوامہ کی طرف اور نفسِ لوامہ سے نفسِ مطمئنہ کی طرف پیش قدمی ضروری ہے۔ کیونکہ نماز فجر کی کچھ خصوصیات ہیں جیسے: اس میں قرآن کی تلاوت میں فرشتے موجود ہوتے ہیں، یہ روزہ کا اول وقت اور تازگی اور نشاط کا سرچشمہ، اور صدقِ ایمان اور نفاق کی نفی کا معیار ہے، یہ رویت باری تعالیٰ کے لئے اذن، روزِ قیامت مکمل روشنی کا منبع، اور ہر اس شخص کے لئے امید کا مقام ہے جس پر آزمائش کی تاریکی شدید ہوگئی ہو۔اور فجر کی نفل نمازیں دنیا اور متاعِ دنیا سب سے بہتر ہیں اور ان میں ہر صبح سورہ "**الکافرون**" اور "**الاخلاص**" کی تلاوت عقیدہ کے اخلاص کی تجدید اور اس سے متصف افراد کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، اسی طرح نماز فجر میں بہت سے ایسے فقہی، اور تربیتی نکات ہیں جن کی بناء پر اس کی حیثیت دوسری نمازوں سے ممتاز ہوتی ہے۔

2۔ایمانی منطق ربانی عنایات سے استفادہ کی اونچی سے اونچی منزل کی طرف لے جاتی ہے، مثلاً دس راتیں، خواہ وہ آخر رمضان کی راتیں ہوں یا ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہوں کیونکہ اللہ کا ثواب ایمان اور عمل صالح والے کے لئے بہتر ہے۔

3۔جب اللہ تعالیٰ نے جفت اور طاق کی قسم کھائی ہے تو یہ ہمارے اس عقیدہ "خالق کی وحدانیت اور مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا" کی تاکید ہے۔گو کہ جفت اور طاق کی تفسیر میں مفسرین میں اتنا اختلاف ہوا ہے کہ بارہ مفاہیم ہمارے سامنے آئے ہیں۔لیکن ان میں راجح یہی ہے کہ یہ اس یقین کی ضرورت اور یہود، نصاریٰ اور مشرکین کو اس عقیدہ کی دعوت کی تاکید ہے کہ اللہ واحد ہے اور مخلوقات، خواہ یہ نباتات ہوں یا حیوانات، یا خود انسان، بلکہ ساری چیزیں، یہاں تک کہ بجلی، مقناطیس، اور ایٹم کے ذرات بھی جوڑے جوڑے ہیں۔ اور پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مخلوق اپنے خالق سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، دوسری بات یہ کہ اپنے جوڑے کے بغیر انفرادی طور پر اس کے لئے زندگی محال ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، غنی ہو یا فقیر، صحت مند ہو یا مریض، عالم ہو یا متعلم، اور انسان ہو یا حیوان یا نباتات یا جمادات میں سے ہو۔

4۔رات اللہ کے حکم سے گزرتی ہے اور بندوں کی رات یا تو عبادت گزاروں کی رات ہوتی ہے یا غافلوں کی۔پس جب ہم اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جائیں تو ضروری ہے کہ ہماری رات عابدوں کی رات ہو، اور یہ رات اس خالق کی وحدانیت کی دلیل بن جائے جو رات کو دن پر لپیٹتا ہے، دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اس نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنائی ہے۔اور پھر یہ عقیدہ اللہ کی راہ میں ان نیک نفس لوگوں کے ساتھ مسابقت کرنے کے لئے ایک نئے عمل میں تبدیل ہو جائے جو اپنی راتیں، قنوت و سجود، تہجد، تسبیح، دعاء، تلاوت قرآن، نماز، انفاق، اور حصول علم میں گزارتے ہیں یہاں تک کہ اگر ایک عبادت میں یہ تھک جائیں تو دوسری عبادت یعنی سکون، نیند، حصولِ راحت اور بیویوں سے حلال طریقے سے لطف اٹھانے میں لگتے ہیں، یہ ان غافلوں کے رات سے دور رہتے ہیں جن کی رات کی سازشیں دن میں فساد کا ذریعہ بنتی ہیں، یہ اللہ کے ذکر سے گافل رہتے ہیں، اور یہ اپنی راتیں محفلوں میں، گانے بجانے میں، فلم، غیبت، چغلی اور تعلقات کو بگاڑنے میں اپنی رات گزارتے ہیں۔

5۔اللہ تعالیٰ سورہ کی ابتدا میں قسم کھاتا ہے تاکہ ہر عقل والا اس قسم اور اس کے بعد کی باتوں کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حِجر وہ لگام ہے جو جذبات کی یلغار کو عقل کی نگاہ عطا کرتی ہے۔اور یہ اس بات کو موکد کرتی ہے کہ ہمیشہ نفس اس علم کا محتاج رہتا ہے جو شبہات کو دور کرے، اس مجاہدہ کا ضرورت مند رہتا ہے جو شہوتوں کا علاج کرے تاکہ ہم خواہشات کی یلغار اور ان کی ہوس کا علاج کریں، یہ پیٹ، جنس، غصہ یا گفتگو کسی بھی قسم کی نفسانیت ہو سکتی ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ عقل کو نفس کی شہوتوں کے لئے نگراں بنائیں، اسے ہم قرآن وسنت کے منہج کی پابندی کی راہ دکھائیں تاکہ ہمیں دنیا میں بھی سعادت نصیب ہو اور ہم آخرت میں بھی اہل جنت میں شامل کئے جائیں۔

6۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ عاد، ثمود اور فرعون کی دو مشترک خصوصیات تھیں: وہ ہیں طغیان اور فساد، ان کے نتیجہ میں وہ تباہی اور عذاب سے دوچار ہوئیں۔اور اس کے بعد کہا گیا ''إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ'' ﴿الفجر: 14﴾ ''تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے''، تاکہ قرآن کریم کے دوسرے نصوص کے ساتھ اس منہج کی تاکید کرے کہ '' دنیا اور آخرت میں تباہی کے دو اسباب: طغیان اور فساد ہیں، کوئی بھی امت ہو، کسی بھی زمان ومکان میں ہو، وہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔

7۔فجر اور دس راتوں کی گفتگو کے بعد قوم عاد، ثمود، اور ان کی ہلاکت کی گفتگو نے ہمیں اس بات کا یقین دلایا کہ: ''نماز فجر نصرتِ خداوندی کے اسباب میں سے ہے''۔ یہ ایمان کی ان خصوصیات کا ایک جزء ہے جن کے بغیر اللہ کی نصرت نہیں آتی، نبی کریم ﷺ اور صحابہء کرام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ نماز فجر کے بعد جنگ کا آغاز کرتے تھے۔صہیونی فرزند ابھی بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسرائیل اس وقت تک محفوظ ہے جب تک فجر اور جمعہ کے مصلیوں کی تعداد میں بڑا فرق رہے گا۔

8۔ آیات نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ رزق کی فراوانی یا قلت کے ذریعہ آزمائش کے وقت کیا کیفیت ہونی چاہئے تاکہ ہم نفس مطمئنہ کی منزلوں تک پہونچ سکیں۔اور اس کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ رضا باللہ ہو اور پھر اللہ کے فیصلوں، اس کی تقدیر، خیر اور شر ہر صورت میں رضا عن اللہ کا مظاہرہ ہو۔اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ پہلی نعمت پر صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور جو کچھ بھی ملتا جائے شکر کا سلسلہ جاری رہے۔اسی طرح پہلی مصیبت پر صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور جتنی بھی آزمائش آئے، ہر ایک پر صبر کا مظاہرہ کیا جائے۔اگر انسان ایسا نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دنیا سے راضی ہے فرائض سے غفلت پر مطمئن ہے اور دنیا میں وہ اپنے آپ سے اور اپنی زندگی سے ناراض تو رہے گا ہی، آخرت میں بھی وہ اللہ کے غضب اور اس کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

9۔مال کے ضمن میں یہ ضروری ہے کہ اسے کبھی بھی حرام طریقے سے نہ حاصل کیا جائے اور فرض کی ادائیگی نہ کر کے مال کو سینت سینت کر نہ رکھا جائے مثلاً میراث کا مال سمیٹ کر کھا جانا، یتیم کے اکرام اور مسکین کو کھانا کھلانے سے دور رہنا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مال کے ہر حقدار کو اس کا حق دیا جائے اور لوگوں کو یتیموں کو کھانا کھلانے اور ان کی کفالت کرنے کے لئے ابھارا جائے۔اس سورہ اور دوسرے سورتوں میں ایک دوسرے کو ابھارنے پر جو زور دیا گیا ہے وہ اس بات کو واجب کرتا ہے کہ نیکی اور انفاق کے کاموں کو انفرادی کوششوں کے بجائے اسے اجتماعی شکل دی جائے تاکہ امّت اور سارے عالم کے فقراء اور یتامیٰ کی کفالت اور مستحکم طریقے سے ان کی ضروریات کی برابر تکمیل ہو سکے۔ شرعی دلائل اور واقعاتی اعداد وشمار اس بات کو موکّد کرتے ہیں کہ اجتماعی ادارہ جاتی شکل میں یتیموں اور فقیروں کی کفالت شرعی

فریضہ اور وقت کا تقاضہ ہے۔

10۔ یہ سورہ پوری قوت کے ساتھ ہر مومن مرد اور مومن عورت کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ یومِ معاد سے پہلے، زمین کے ٹکرائے جانے، ہمارے رب کا فیصلہ آنے اور فرشتوں کے صف بستہ ہونے، جہنم کے قریب لائے جانے، پچھتانے کا وقت آنے اور شدید عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے، اللہ سے ملاقات کی تیاری کی جائے۔ جب وہ پوچھے کہ کہاں جاوں؟ اس وقت اللہ کے رحمت کی ندا آئے کہ انسان اپنے رب کی طرف چل، اور اس نیک بندوں کے ساتھ داخل ہو جا تا کہ تو اس کی رضا اور اس کی جنتوں کا مستحق ٹھہرے۔ پس اسے چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کی عملی ذمہ داریوں کو پورا کرے، ان کے ذریعہ دوبارہ اٹھائے جانے کے دن کے لئے تیاری کرے۔

١١۔ پوری سورہ کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور قیام لیل کے درمیان جمع کیا جائے، فساد اور طغیان کا مقابلہ کیا جائے، پھر قضاء وقدر، اور رضا عن اللہ پر ایمان کو محکم کیا جائے، پھر انفرادی اور اجتماعی طریقوں سے بھوکوں کو کھانا کھلانے اور یتیموں کی کفالت کرنے کے لئے اٹھا جائے، اور اس امید کے ساتھ یومِ آخرت کی تیاری کی جائے کہ ہمیں اللہ کی رضا اور جنت ملے گی۔

12۔ قرآن کریم کی آیات میں ترنم کی تبدیلی کا مقام بہت اہم ہے، اور تجوید کے احکام کی پابندی نئے معانی اور نئے افکار سے روشناس کراتی ہے، مثلاً مد، قلقلہ، غنہ، حروف کا انتخاب، فتحہ اور کسرہ کے ذریعہ مد میں فرق۔ اس سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر حرف اور کلمہ کا انتخاب انتہائی عمیق اور دقیق ہے، یہ قرآن کو گنگنانے کے ساتھ حضورِ قلب اور زبردست فہم کا متقاضی ہوتا ہے۔

13۔ اس بات پر راسخ یقین ہے کہ عمومی طور پر قرآن کی ہر آیت اور خاص طور پر سورہ فجر کی آیات نفس کی اصلاح کے لئے تربیتی دروس اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے دعوتی دروس پیش کرتی ہیں۔ جب تربیتی اور دعوتی دروس مکمل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی نوازش اس مومن کے لئے اپنی چادر پھیلا دیتی ہے جو دل سے تصدیق کرتا ہے، اور جسم و اعضاء سے عمل کرتا ہے۔ اس سورہ میں بہت سے زبردست تربیتی نکات بیان کئے گئے ہیں وہ ہیں: نماز فجر کی پابندی، دس راتوں میں عبادت میں لگن، طاق اور جفت نمازوں کے اہتمام، قیام لیل، عقل کی لگام کے ساتھ مجاہدہ نفس، گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیوں سے عبرت، اور سرکشوں، ظالموں اور مفسدوں کا مقابلہ تا کہ ہمارے اوپر اللہ کے عذاب کا کوڑا نہ برسے۔ اسی طرح یہ بھی تربیتی درس ہے کہ رضا باللہ اور رضا عن اللہ کا مظاہرہ کیا جائے، یتیم کا اکرام کیا جائے، مسکین کو کھانا کھلانے پر لوگوں کو ابھارا جائے، مال کی محبت میں انسان ایسا اندھا نہ ہو جائے کہ حرام میراث کھانے لگے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ قیامت کی ہولناکی، زمین کا ٹکرایا جانا، فرشتوں کا آنا، جہنم کا ظاہر ہونا، ندامت کا اظہار، سخت پکڑ اور عذاب، کو یاد کر کے ہمارے اندر خوف پیدا ہو۔ اس وقت انسان کے لئے صرف ایک پرامن پناہ ہوگی، وہ ہے رضا عن اللہ اور اللہ کے نیک بندوں سے تعلق جو کہ جہنم میں داخلہ تمہید ہے۔

14۔ انسان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ان تربیتی دروس پر عمل پیرا ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے گردو پیش کے تمام لوگوں۔۔۔ رشتہ داروں، دوستوں، ساتھیوں، اہل خاندان اور پڑوسیوں۔۔۔ کو ہر اس تربیتی سبق کی پابندی کی ترغیب اور دعوت دے جس پر خود اس نے عمل کیا ہے، جس کا اس نے مزہ چکھا ہے، تا کہ وہ اپنے ماحول کو بندگی، عبادت، ظلم سے مقابلے، رضا عن الرحمان، مسکینوں اور یتیموں کے اکرام اور قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کی تیاری کے اس ایمانی رنگ میں رنگ سکے۔

15۔اس بات پر راسخ یقین ہے کہ اصلاح نفس کے تربیتی دروس اور اصلاح معاشرہ کے دعوتی دروس کی پابندی ربانی عنایت کے نزول کا سبب بنتی ہے تا کہ انسان کو اللہ کی رحمت اور حفاظت ملے، اس پر ہدایت کا نزول ہو، اسے مکمل تحفظ، رضا، وسعت قلب، بھرپور برکت، عذاب سے امان، اور اللہ رب العالمین کے سائے میں اطمینان نصیب ہو۔

16۔رحمان کی آیات کے سلسلہ میں لوگ تین گروہوں میں منقسیم ہوتے ہیں: اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والے، اصحاب شمال ہیں، فرائض کی پابندی کرنے والے اصحاب یمین ہیں، اور فضل میں سبقت لے جانے والے مقربین ہیں۔اصحاب شمال کی علامت ہے نماز فجر چھوڑ کر سونا، رات کو غفلت میں گزارنا، یہ ظلم اور طغیان میں مفسدین کے دوست ہوتے ہیں، یہ اللہ کی قضاء اور قدر پر اس سے ناراض ہوتے ہیں، میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہیں، اور اپنے مال میں فقیر اور یتیم کو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حق سے محروم رکھتے ہی، یہ یوم قیامت کے لئے تیاری سے غافل رہتے ہیں۔اصحابِ یمین نماز فجر کی پابندی کرتے ہیں، زمین کے مفسدین کا مقابلہ کرتے ہیں، راحت و رنج ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، اور یومِ حساب کی تیاری کرتے ہیں، ان کے نیک اعمال کے ساتھ ان سے خطاوں کا بھی صدور ہوتا ہے، پھر یہ اللہ کی طرف پلٹتے اور توبہ کرتے ہیں۔رہے مقربین تو وہ ہمیشہ نماز فجر مسجد میں ہی ادا کرتے ہیں، اور وہ رات میں قیام کرتے ہیں، ظلم اور طغیان کے مقابلہ میں یہ آگے آگے رہتے ہیں، یہ تکلیف پر شکر ادا کرتے ہیں اور نعمت پر صبر کرتے ہیں، یہ قیامت کی ہولناکی سے لرزتے رہتے ہیں، ان کے اندر اللہ کی نعمت کی چاہت ہوتی ہے، اور یہ راضی، مرضی اور مطمئن لوگ ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆

## سرورق کی تحریر

یہ کتاب قرآن کی تفسیر نہیں ہے، یہ ایک تفصیلی بحث ہے جو **والفجر** سے شروع ہو کر **جنّتی** پر ختم ہونے والی سورہء فجر کے اندر اصلاح اور تبدیلی کے منہج کا استنباط کرتا ہے۔ یہ مناہج ہیں:

1۔ پہلا منہج: جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کرنا ہمارے لیئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ ہے: ﴿**وَالفَجرِ --- وَادخُلِی جَنَّتِی**﴾

2۔ دوسرا منہج: پروردگار کی طرف سے میسّر لمحات سے استفادہ کرنا۔ ﴿**وَلَیَالٍ عَشْرٍ**﴾

3۔ تیسرا منہج:: خالق کی وحدانیت اور مخلوقات کا جوڑے جوڑے ہونا ﴿**وَالشَّفْعِ وَألْوَتْرِ**﴾

4۔ چوتھا منہج:: عبادت گزاروں کی رات نہ کہ غافلوں کی ﴿**وَاللَّیْلِ اذَا یَسْرِ**﴾

5۔ پانچواں منہج: جذبات کی یلغار کو عقل کی نگاہوں سے لگام دو ﴿**لِّذِی حِجرٍ**﴾

6۔ چھٹا منہج: دنیا و آخرت میں تباہی کے دو اسباب طغیان اور فساد ہیں۔

7۔ ساتواں منہج: نمازِ فجر نصرت خداوندی کے اسباب میں سے ہے۔

8۔ آٹھواں منہج: رضا باللہ اور رضا عن اللہ۔

9۔ نواں منہج: یتیموں کی کفالت اور مال حرام سے اجتناب۔

10۔ دسواں منہج: وعدہ کے دن سے پہلے اس کے لیے تیاری: ﴿**یَا لَیتَنِی قَدَّمتُ لِحَیَاتِی**﴾

11۔ گیارہواں منہج: احکامِ تجوید الفاظ کو معانی سے مالا مال کرتے ہیں۔

12۔ بارہواں منہج: عنایتِ ربّانی

13۔ تیرہواں منہج: ﴿**وَکُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً**﴾

اس طرح یہ مطالعہ نمازِ فجر اور قیامِ لیل کے درمیان جمع، قیامِ لیل، فساد اور طغیان کے مقابلے کی ضرورت کو واضح کرتا ہے، اس کے بعد قضاء وقدر پر ایمان کو ثابت قدم رکھنے، رضا عن اللہ کے اظہار، انفرادی و اجتماعی طریقوں سے بھوکوں کو کھانا کھلانے، اور یتیم کی کفالت کرنے پھر یومِ آخرت کی تیاری کی ضرورت کو پیش کرتا ہے۔